شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ. فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (سورة البقرة 185)

تحفۂ رمضان

ڈاکٹر مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی

Dr.Mohammad Najeeb Qasmi

www.najeebqasmi.com

فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (سورۃ البقرۃ ۱۸۵)

تم میں سے جو شخص اِس ماہ (رمضان) کو پالے تو ضرور اس کے روزے رکھے۔

ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی

Dr. Mohammad Najeeb Qasmi

www.najeebqasmi.com

Tohfa-e-Ramazan Ul-Mubarak

By Dr. Mohammad Najeeb Qasmi

نام کتاب: تحفۂ رمضان المبارک
مصنف: ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی
پہلا ایڈیشن (تعداد اشاعت ۱۱۰۰): مئی ۲۰۱۳ء
دوسرا ایڈیشن (تعداد اشاعت ۱۱۰۰): اپریل ۲۰۱۶ء

www.najeebqasmi.com
najeebqasmi@gmail.com

محترم جناب سید اکرم محی الدین صاحب کے تعاون سے کتاب کے پہلے ایڈیشن کی طرح کتاب کا دوسرا ایڈیشن بھی مفت تقسیم کرنے کے لئے شائع کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس کار خیر کو قبول فرما کر ان کی خوش دامن مرحومہ انیس خاتون کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے، آمین۔

کتاب مفت ملنے کا پتہ

ڈاکٹر محمد مجیب، دیپا سرائے، سنبھل، یوپی، 244302
Dr. Mohammad Mujeeb, Ballah Ki Pulya
Deepa Sarai, Sambhal U.P. Pin Code: 244302

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلَى النَّبِیِّ الْكَرِيْم وَعَلٰى آلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِيْن.

پیشِ لفظ (پہلا ایڈیشن)

ماہِ رمضان اسلامی کیلنڈر کا نواں مہینہ ہے، اس ماہ کے روزے رکھنا ہر مسلمان، بالغ، عاقل، صحت مند، مقیم، مرد وعورت پر فرض ہے، جس کی ادائیگی کے ذریعہ خواہشات کو قابو میں رکھنے کا ملکہ پیدا ہوتا ہے اور وہی تقویٰ کی بنیاد ہے۔ اسی ماہِ مبارک میں قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی رہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کریم سماءِ دنیا پر نازل ہوئی، جس سے استفادہ کی بنیادی شرط بھی تقویٰ ہے۔ اس ماہ میں ایک رات ہے جس میں عبادت کرنا ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ افضل ہے۔ یہ ماہِ مبارک اللہ کی رحمت، مغفرت اور جہنم سے چھٹکارے کا مہینہ ہے۔ اس ماہ مبارک میں سرکش شیاطین قید کردئے جاتے ہیں۔ جہنم کے دروازے بند کرکے جنت کے دروازوں کو کھول دیا جاتا ہے، ہر نیکی کا اجروثواب بڑھا دیا جاتا ہے۔ غرضیکہ یہ مہینہ اللہ کی عبادت، اطاعت اور لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور غمگساری کا مہینہ ہے۔

الحمد للہ، ۱۴۰۰ سال سے امت مسلمہ دنیا کے کونے کونے میں اس ماہِ مبارک کی قدر کرتی چلی آرہی ہے، مگر چند سالوں سے اس ماہِ مبارک کے اہتمام میں کمی واقع ہوتی جارہی ہے، حتی کہ روزہ نہ رکھنے والوں کی تعداد میں ہر سال برابر اضافہ ہورہا ہے، بلکہ بڑے شہروں میں تو بعض مسلمان بھی رمضان المبارک میں کھلم کھلا کھاتے پیتے نظر آتے ہیں۔ ہمارے بچپن میں بلوغ سے قبل ہی بچوں سے کثرت سے روزے رکھوائے جاتے تھے تاکہ بالغ ہونے کے بعد ایک روزہ بھی فوت نہ ہو۔ لیکن آج عصری تعلیم کو اس قدر فوقیت واہمیت دی جارہی ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کو بالغ ہونے کے باوجود اس لئے روزہ نہیں رکھوایا جاتا کیونکہ ان کو اسکول جانا ہے، ہوم ورک کرنا ہے، پروجیکٹ تیار کرنا ہے، امتحانات کی تیاری کرنی ہے وغیرہ وغیرہ یعنی دنیاوی زندگی کی تعلیم کے

لئے ہر طرح کی جان ومال اوروقت کی قربانی دینا آسان ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے میں دشواری محسوس ہوتی ہے۔ غور فرمائیں کہ روزہ کیسا عظیم الشان عمل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر عمل کا دنیا میں ہی اجر بتادیا ہے کہ کس عمل پر کیا ملے گا مگر روزہ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ میں خود ہی اس کا بدلہ دوں گا یا فرمایا کہ میں خود ہی روزہ کا بدلہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت عطا فرمائے اور ماہِ رمضان کی قدر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

روزہ، رمضان، تراویح، شب قدر، صدقۂ فطر، عید الفطر، شوال کے چھ روزے اور زکاۃ سے متعلق قرآن وحدیث کی روشنی میں جو میرے مضامین مختلف اخبار، رسالے اور انٹرنیٹ پر شائع ہو چکے ہیں، ان کو ضروری حذف واضافہ کے بعد جمع کر کے ترتیب دی، مزید چند ضروری موضوعات کو شامل کر کے "تحفۂ رمضان المبارک" کے نام سے کتاب کی شکل دے کر اللہ تعالیٰ کی توفیق اور ایک اہل خیر کے تعاون سے مفت تقسیم کرنے کے لئے شائع کرنے کی ہمت کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبولیت سے نوازے۔

اختلافی مسائل (مثلاً تعدادِ رکعاتِ تراویح) میں حسب معمول مشہور فقیہ ومحدث حضرت امام ابوحنیفہؒ کی رائے کو قرآن وحدیث کی روشنی میں ترجیح دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ اس خدمت کو قبول فرما کر دونوں جہاں کی کامیابی وکامرانی عطا فرمائے اور اس کتاب کو استفادہ عامہ کے لئے قبول فرمائے۔

آخر میں ان تمام احباب کے لئے اللہ جل شانہ سے دعا کرتا ہوں جنہوں نے کتاب کی تصحیح سے لے کر کتاب کی طباعت تک کے کسی بھی مرحلہ میں میرا تعاون فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کو دونوں جہان کی کامیابی وکامرانی سے سرفراز فرمائے، آمین، ثم آمین۔

محمد نجیب قاسمی سنبھلی، ریاض

۱۱-۶-۱۴۳۴ھ = ۲۱-۴-۲۰۱۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْم ِوَعَلٰی آلِہِ وَاَصْحَابِہِ اَجْمَعِیْن.

پیش لفظ (دوسرا ایڈیشن)

حضور اکرم ﷺ نہ صرف خاتم النبیین ہیں بلکہ آپ ﷺ کی رسالت عالمی بھی ہے، یعنی آپ ﷺ صرف قبیلہ قریش یا عربوں کے لئے نہیں، بلکہ پوری انسانیت کے لئے، اسی طرح صرف اُس زمانہ کے لئے نہیں جس میں آپ ﷺ پیدا ہوئے بلکہ قیامت تک آنے والے تمام انس وجن کے لئے نبی ورسول بنا کر بھیجے گئے۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں امت مسلمہ خاص کر علماء دین کی ذمہ داری ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد دین اسلام کی حفاظت کرکے قرآن وحدیث کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچائیں۔ چنانچہ علماء کرام نے اپنے اپنے زمانہ میں رائج جائز طریقوں سے اس اہم ذمہ داری کو بحسن خوبی انجام دیا۔ علماء کرام کی قرآن وحدیث کی بے لوث خدمات کو بھلایا نہیں کیا جاسکتا ہے اور انشاء اللہ ان علمی خدمات سے کل قیامت تک استفادہ کیا جاتا رہے گا۔ عصر حاضر میں نئی ٹکنولوجی (ویب سائٹ، واٹس اپ، موبائل ایپ، فیس بک اور یوٹوب وغیرہ) کو دین اسلام کی خدمت کے لئے علماء کرام نے استعمال کرنا شروع تو کردیا ہے مگر اس میں مزید اور تیزی سے کام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

الحمد للہ، بعض احباب کی ٹیکنیکل سپورٹ اور بعض محسنین کے مالی تعاون سے ہم نے بھی دین اسلام کے خدمت کے لئے نئی ٹکنولوجی کے میدان میں گھوڑے دوڑا دئے ہیں تاکہ اس خلا کو ایسی طاقتیں پُر نہ کردیں جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے نقصان دہ ثابت ہوں۔ چنانچہ ۲۰۱۳ میں ویب سائٹ لانچ کی گئی، ۲۰۱۵ میں تین زبانوں میں دنیا کی پہلی موبائل ایپ (Deen-e-Islam) اور پھر احباب کے تقاضہ پر حجاج کرام کے لئے تین زبانوں میں خصوصی ایپ (Hajj-e-Mabroor) لانچ کی گئی۔ ہندوپاک کے متعدد علماء کرام واداروں نے دونوں ایپس کے لئے تاییدی خطوط تحریر فرماکر عوام وخواص سے دونوں ایپس سے استفادہ کرنے کی درخواست کی۔ یہ تاییدی خطوط دونوں ایپس کا حصہ ہیں۔ زمانہ کی رفتار سے چلتے ہوئے قرآن وحدیث کی روشنی میں مختصر دینی پیغام خوبصورت امیج کی شکل میں مختلف

ذرائع سے ہزاروں احباب کو پہنچ رہے ہیں، جو عوام وخواص میں کافی مقبولیت حاصل کئے ہوئے ہیں۔
ان دونوں ایپس (دین اسلام اور حج مبرور) کو تین زبانوں میں لانچ کرنے کے ضمن میں میرے تقریباً ۲۰۰ مضامین کا انگریزی اور ہندی میں مستند ترجمہ کروایا گیا۔ ترجمہ کے ساتھ زبان کے ماہرین سے ایڈیٹنگ بھی کرائی گئی۔ ہندی کے ترجمہ میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا کہ ترجمہ آسان وعام فہم زبان میں ہوتا کہ ہر عام وخاص کے لئے استفادہ کرنا آسان ہو۔
اللہ کے فضل وکرم اور اس کی توفیق سے اب تمام مضامین کے انگریزی اور ہندی ترجمہ کو موضوعات کے اعتبار سے کتابی شکل میں ترتیب دے دیا گیا ہے تاکہ استفادہ عام کیا جاسکے، جس کے ذریعہ ۱۴ کتابیں انگریزی میں اور ۱۴ کتابیں ہندی میں تیار ہوگئی ہیں۔ اردو میں شائع شدہ ۷ کتابوں کے علاوہ ۱۰ مزید کتابیں طباعت کے لئے تیار کردی گئی ہیں۔ کتاب (تحفہ رمضان المبارک) کا پہلا ایڈیشن ۲۰۱۳ میں شائع ہوا تھا۔ اب یہ کتاب (تحفہ رمضان المبارک) رمضان اور روزے سے متعلق چند مضامین کے اضافہ کے ساتھ دوبارہ شائع کی جارہی ہے۔ پہلے ایڈیشن میں زکوٰۃ سے متعلق چند مضامین بھی کتاب کا حصہ تھے، لیکن اب چونکہ زکوٰۃ سے متعلق ایک مستقل کتاب (زکوٰۃ وصدقات کے مسائل) بھی شائع کی جارہی ہے، لہٰذا کتاب کے دوسرے ایڈیشن سے زکوٰۃ کے مسائل کو حذف کردیا گیا ہے۔
اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ ان ساری خدمات کو قبولیت ومقبولیت سے نوازکر مجھے، ایپس کی تایید میں خطوط تحریر کرنے والے علماء کرام، ٹیکنیکل سپورٹ کرنے والے احباب، مالی تعاون پیش کرنے والے محسنین، مترجمین، ایڈیٹنگ کرنے والے حضرات خاصکر جناب عدنان محمود عثمانی صاحب، ڈیزائنر اور کسی بھی نوعیت سے تعاون پیش کرنے والے حضرات کو دونوں جہاں کی کامیابی وکامرانی عطا فرمائے۔ آخر میں دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی دامت برکاتہم، مولانا محمد اسرارالحق قاسمی صاحب (ممبر آف پارلیمینٹ) اور پروفیسر اختر الواسع صاحب (لسانیات کے کمشنر، وزارت اقلیتی بہبود) کا خصوصی شکرگزار ہوں کہ انہوں نے اپنی مصروفیات کے باوجود اپنی تقریظ تحریر فرمائی۔ ڈاکٹر شفاعت اللہ خان صاحب کا بھی مشکور ہوں جن کی کاوشوں سے ہی یہ پروجیکٹ پائے تکمیل کو پہنچا ہے۔

محمد نجیب قاسمی سنبھلی (ریاض) ۵ جمادی الثانی ۱۴۳۷ھ = ۱۴ مارچ ۲۰۱۶ء

(Mufti) Abul Qasim Nomani

Mohtamim (VC) Darul Uloom Deoband

(مفتی) ابو القاسم نعمانی

مہتمم دار العلوم دیوبند، الہند

PIN- 247554 (U.P.) INDIA Tel: 01336-222429, Fax: 01336-222768 E-mail: info@darululoom-deoband.com

Ref. No..........

Date:....................

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

محترم جناب مولانا محمد نجیب صاحب سنبھلی قاسمی کی تصنیف "تحفۂ رمضان المبارک"
کا ٹائٹل اور فہرست مضامین دیکھا۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اہم عنوانات پر
مشتمل اس کتاب میں رمضان المبارک سے متعلق فضائل ومسائل نیز روزہ،
عید الفطر، صدقۂ فطر اور زکاۃ کے بارے میں بھی ضروری تفصیلات درج کی
گئی ہیں۔ خاص طور پر تراویح کی بیس رکعات سے متعلق متعدد عنوانات کے
تحت مسئلہ کے سبھی گوشوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔

امید ہے کہ مصنف کی دیگر کاوشوں کی طرح یہ کتاب بھی مقبول اور مفید ہوگی
اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائے۔ اور مزید خدمات کی توفیق بخشے۔

ابوالقاسم نعمانی غفرلہ

مہتمم دارالعلوم دیوبند

۶/۶/۳۴ھ

(Mufti) Abul Qasim Nomani
Mohtamim (VC) Darul Uloom Deoband

(مفتی) ابو القاسم نعمانی
مہتمم دار العلوم دیوبند، الهند

PIN- 247554 (U.P.) INDIA Tel: 01336-222429, Fax: 01336-222768 E-mail: info@darululoom-deoband.com

Ref. No.......... Date:....................

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

جناب مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی مقیم ریاض (سعودی عرب) نے دینی معلومات اور شرعی احکام کو زیادہ سے زیادہ اہل ایمان تک پہونچانے کے لئے جدید وسائل کا استعمال شروع کرکے، دینی کام کرنے والوں کے لیے ایک اچھی مثال قائم فرمائی ہے۔

چنانچہ سعودی عرب سے شایع ہونے والے اردو اخبار (اردو نیوز) کے دینی کالم (روشنی) میں مختلف عنوانات پر ان کے مضامین مسلسل شایع ہوتے رہتے ہیں۔ اور موبائل ایپ اور ویب سائٹ کے ذریعہ بھی وہ اپنا دینی پیغام زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہونچا رہے ہیں۔ ایک اچھا کام یہ ہوا ہے کہ زمانہ کی ضرورت کے تحت مولانا نے اپنے اہم اور منتخب مضامین کے ہندی اور انگریزی میں ترجمے کرادیئے ہیں، جو الیکٹرونک بک کی شکل میں جلد ہی لانچ ہونے والے ہیں۔

اور امید ہے کہ مستقبل میں یہ پرنٹ بک کی شکل میں بھی دستیاب ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ مولانا قاسمی کے علوم میں برکت عطا فرمائے اور ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔ مزید علمی افادات کی توفیق بخشے۔

[signature]

ابو القاسم نعمانی غفرلہ
مہتمم دار العلوم دیوبند
۱۴۳۷/۶/۳ھ

15, South Avenue, New Delhi-110011
Ph.: 011-23795046 Telefax: 011-23795314
E-mail: mahaqqasmi@gmail.com

Date 19/03/2016

تاثرات

عصر حاضر میں دینی تعلیمات کو جدید آلات ووسائل کے ذریعہ عوام الناس تک پہنچانا وقت کا اہم تقاضہ ہے، اللہ کا شکر ہے کہ بعض دینی، معاشرتی اور اصلاحی فکر رکھنے والے حضرات نے اس سمت میں کام کرنا شروع کر دیا ہے، جس کے سبب آج انٹرنیٹ پر دین کے تعلق سے کافی مواد موجود ہے۔ اگرچہ اس میدان میں زیادہ تر مغربی ممالک کے مسلمان سرگرم ہیں لیکن اب ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے مشرقی ممالک کے علماء وداعیان اسلام بھی اس طرف متوجہ ہو رہے ہیں جن میں عزیزم ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی صاحب کا نام سرفہرست ہے۔ وہ انٹرنیٹ پر بہت سا دینی مواد ڈال چکے ہیں، باضابطہ طور پر ایک اسلامی واصلاحی ویب سائٹ بھی چلاتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی کا قلم رواں دواں ہے۔ وہ اب تک مختلف اہم موضوعات پر سینکڑوں مضامین اور کئی کتابیں لکھ چکے ہیں۔ ان کے مضامین پوری دنیا میں بڑی دلچسپی کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں۔ وہ جدید ٹکنالوجی سے بخوبی واقف ہونے کی وجہ سے اپنے مضامین اور کتابوں کو بہت جلد دنیا بھر میں ایسے ایسے لوگوں تک پہنچا دیتے ہیں جن تک رسائی آسان کام نہیں ہے۔ موصوف کی شخصیت علوم دینی کے ساتھ علوم عصری سے بھی آراستہ ہے۔ وہ ایک طرف عالم دین ہیں، تو دوسری طرف ڈاکٹر ومحقق بھی اور کئی زبانوں میں مہارت بھی رکھتے ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ وہ فعّال ومتحرک نوجوان ہیں۔ جس طرح وہ اردو، ہندی، انگریزی اور عربی میں دینی واصلاحی مضامین اور کتابیں لکھ کر عوام کے سامنے لا رہے ہیں، وہ اس کے لئے تحسین اور مبارک باد کے مستحق ہیں۔ ان کی شب وروز کی مصروفیات وجدوجہد کو دیکھتے ہوئے ان سے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ مستقبل میں بھی اسی مستعدی کے ساتھ مذکورہ تمام کاموں کو جاری رکھیں گے۔ میں دعا گو ہوں کہ باری تعالیٰ ان سے مزید دینی، اصلاحی اور علمی کام لے اور وہ اکابرین کے نقش قدم پر گامزن رہیں۔ آمین!

مخلص

(مولانا) محمد اسرار الحق قاسمی
ایم. پی. لوک سبھا (انڈیا)
وصدر آل انڈیا تعلیمی وملی فاؤنڈیشن، نئی دہلی
Email:asrarulhaqqasmi@gmail.com

प्रो. अख़्तरूल वासे
आयुक्त
PROF. AKHTARUL WASEY
Commissioner

भाषाजात अल्पसंख्यकों के आयुक्त
अल्पसंख्यक कार्य मंत्रालय
भारत सरकार
Commissioner for Linguistic Minorities in India
Ministry of Minority Affairs
Government of India

تقریظ

اطلاعاتی انقلاب برپا ہونے کے بعد جس طرح ہر قسم کی معلومات انٹرنیٹ کے ذریعہ آنکھوں کی دو پتلیوں میں سما گئی ہیں۔ اس نے "گاگر میں ساگر" اور "کوزے میں دریا" کے تخیلاتی تصورات کو نہ صرف حقیقت بنا دیا ہے بلکہ ان پر ہمارا انحصار روز بروز ناگزیر ہوتا جا رہا ہے۔ گوگل (Google) ہو یا وکی پیڈیا (Wikipaedia) یا پھر دوسری سوشل سائٹس انہوں نے ترسیل وابلاغ کو وہ ہمہ جہت رخ اور رفتار کی تیزی عطا کی ہے کہ فراق وفصل کے تمام تصورات بے معنیٰ ہو کر رہ گئے ہیں۔ لیکن اس اطلاعاتی انقلاب نے ایک پیچیدہ مسئلہ یہ پیدا کر دیا ہے کہ اطلاعات رسانی اور خبروں تک رسائی میں حقائق سے گریز یا ان کو مسخ کرنے کا چلن بھی اس طرح شامل ہو گیا ہے اور اس سچائی کو اسلام اور مسلمانوں سے بہتر کون جانتا ہے۔ دوسرا سنگین مسئلہ یہ ہے کہ باخبر ہونے اور معلومات حاصل کرنے کے لئے اب مطالعہ کی عادت لوگوں میں خاصی کم ہوتی جا رہی ہے۔ کیونکہ موبائیل کے روپ میں دنیا ان کی مٹھی میں سمائی رہتی ہے اور وہ سب کچھ اسی کے ذریعہ جاننا چاہتے ہیں۔ اس چیلینج اور مسئلے کے حل کے لئے ضروری ہے کہ ہم غلط بیانیوں اور حقائق کو دنیا پر آشکار کرنے کے لئے اور اپنے ہم مذہبوں خاص طور پر نئی نسل کو صحیح معلومات فراہم کرنے، انہیں رہنمائی دینے اور ان کے شعور میں بالیدگی اور پختگی لانے کے لئے اس اطلاعاتی انقلاب کے جتنے بھی وسائل وذرائع ہیں ان کا بھرپور استعمال کریں۔

مجھے خوشی ہے کہ ہمارے ایک موقر اور معتبر عالم حضرت دین مولانا محمد نجیب قاسمی نے جواز ہر ہند دارالعلوم دیوبند کے قابل فخر ابنائے قدیم میں سے ہیں اور عرصہ سے مملکت سعودی عرب کی راجدھانی ریاض میں برسرکار ہیں، انہوں نے اس ضرورت کو بخوبی سمجھا اور دنیا کی پہلی اسلامی موبائیل ایپ "دین اسلام" اور "حج مبرور" اردو، انگریزی اور ہندی میں تیار کیا تھا اور اب وقت گزرنے کے ساتھ نئے سوالات کی روشنی اور علمی ضرورتوں کے تحت نئے مضامین اور نئے بیانات شامل کر کے ایک دفعہ پھر نئے انداز کے ساتھ پیش کرنے جا رہے ہیں۔ مزید برآں زندگی کے مختلف پہلوؤں پر دین کے حوالہ سے دوسو مضامین کے الیکٹرونک ایڈیشن کو بھی منظر عام پر لایا جا رہا ہے۔ مجھے وقتاً فوقتاً محترم مولانا محمد نجیب قاسمی صاحب کے مقالے، الیکٹرانک مضامین اور علمی فتوحات سے استفادہ کرنے کا موقعہ ملتا رہا ہے۔ مجھے ان کے متوازن، اعتدال پسند اور عالمانہ اندازِ تحریر نے ہمیشہ متاثر کیا۔ میں مولانا نجیب قاسمی کی خدمت میں ہدیۂ تبریک وتشکر پیش کرتا ہوں اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ان کی عمر میں درازی، علم میں اضافہ اور قلم میں مزید پختگی عطا فرمائے۔ کیونکہ:

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

اختر

(پروفیسر اختر الواسع)
سابق ڈائریکٹر: ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز
سابق صدر: شعبہ اسلامک اسٹڈیز جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی
سابق وائس چیرمین: اردو اکادمی، دہلی

14/11, जाम नगर हाउस, शाहजहाँ रोड, नई दिल्ली–110011
14/11, Jam Nagar House, Shahjahan Road, New Delhi-110011
Tel: (O) 011-23072651-52 Email: wasey27@gmail.com Website: www.nclm.nic.in

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْم ِوَعَلٰی آلِہِ وَاَصْحَابِہِ اَجْمَعِیْن.

روزہ کے چند اہم بنیادی مقاصد

روزہ کا پہلا مقصد: تقویٰ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْن اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

قرآن کریم کے اس اعلان کے مطابق روزہ کی فرضیت کا بنیادی مقصد لوگوں کی زندگی میں تقویٰ پیدا کرنا ہے۔تقویٰ اصل میں اللہ تعالیٰ سے خوف ورجاء کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کے طریقہ کے مطابق ممنوعات سے بچنے اور اوامر پر عمل کرنے کا نام ہے۔روزہ سے خواہشات کو قابو میں رکھنے کا ملکہ پیدا ہوتا ہے اور یہی تقویٰ یعنی اللہ کے خوف کی بنیاد ہے۔روزہ کے ذریعہ ہم عبادات، معاملات، اخلاقیات اور معاشرت غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ میں اپنے خالق، مالک ورازق کائنات کے حکم کے مطابق زندگی گزارنے والے بن سکتے ہیں۔اگر ہم روزہ کے اس اہم مقصد کو سمجھیں اور جو قوت اور طاقت روزہ دیتا ہے اس کو لینے کے لئے تیار ہوں اور روزہ کی مدد سے اپنے اندر خوف خدا اور اطاعت امر کی صفت کو نشو ونما دینے کی کوشش کریں تو ماہ رمضان ہم میں اتنا تقویٰ پیدا کرسکتا ہے کہ صرف رمضان ہی میں نہیں بلکہ اس کے بعد بھی گیارہ مہینوں میں زندگی کی شاہراہ پر خاردار جھاڑیوں سے اپنے دامن کو بچاتے ہوئے چل سکیں۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو روزہ کے اس اہم مقصد کو اپنی زندگی میں لانے والا بنائے۔آمین۔

روزہ کا دوسرا مقصد: گناہوں سے مغفرت

حضور اکرم ﷺ کا مشہور و معروف فرمان ہے: حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے یعنی خالصۃً اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے روزہ رکھا اس کے گزشتہ تمام (چھوٹے) گناہ معاف فرما دئے جاتے ہیں۔(صحیح بخاری وصحیح مسلم)
اسی طرح حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے: حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے یعنی ریا، شہرت اور دکھاوے کے لئے نہیں بلکہ صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لئے رات میں اللہ کی عبادت کے لئے کھڑا ہوا یعنی نماز تراویح اور تہجد پڑھی تو اس کے گزشتہ تمام (چھوٹے) گناہ معاف کردئے جاتے ہیں۔(صحیح بخاری وصحیح مسلم)
اسی طرح حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے: حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے عبادت کے لئے کھڑا ہوا یعنی نماز تراویح وتہجد پڑھی، قرآن کی تلاوت فرمائی اور اللہ کا ذکر کیا تو اس کے گزشتہ تمام (چھوٹے) گناہ معاف کردئے جاتے ہیں۔(صحیح بخاری وصحیح مسلم)
ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے صحابۂ کرام سے ارشاد فرمایا کہ منبر کے قریب ہو جاؤ، صحابۂ کرام قریب ہوگئے۔ جب حضور اکرم ﷺ نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین۔ جب دوسرے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین ۔ جب تیسرے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین ۔ جب آپ ﷺ خطبہ سے فارغ ہوکر نیچے اترے تو صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ سے منبر پر چڑھتے ہوئے ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے سامنے آئے تھے۔ جب پہلے درجہ پر میں نے قدم رکھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس نے رمضان کا

مبارک مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہو سکی، میں نے کہا آمین۔ پھر جب دوسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے آپ ﷺ کا ذکر مبارک ہوا اور وہ درود نہ بھیجے، میں نے کہا آمین۔ جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہونچے اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرا سکیں، میں نے کہا آمین۔ (بخاری، صحیح ابن حبان، مسند حاکم، ترمذی، بیہقی)
غرضیکہ کس قدر فکر اور افسوس کی بات ہے کہ ماہ مبارک کے قیمتی اوقات بھی غفلت اور معاصی میں گزار دئے جائیں جس سے سابقہ گناہوں کی مغفرت بھی نہ ہو سکی۔ لہذا ہمیں رمضان کے ایک ایک لمحہ کی حفاظت کرنی چاہئے تاکہ ایسا نہ ہو کہ ہم حضرت جبرئیل علیہ السلام اور حضور اکرم ﷺ کی اس دعا کے تحت داخل ہو جائیں۔
حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ ان کو روزہ کے ثمرات میں بجز بھوکا رہنے کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کو رات کے جاگنے کے سوا کچھ بھی نہیں ملتا۔ (سنن ابن ماجہ) یعنی روزہ رکھنے کے باوجود دوسروں کی غیبت کرتے رہتے ہیں یا گناہوں سے نہیں بچتے یا حرام مال سے افطار کرتے ہیں۔ لہذا ہمیں ہر ہر عمل خیر کی قبولیت کی فکر کرنی چاہئے۔
حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ کیا یہ شبِ مغفرت شبِ قدر ہی تو نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کا کام ختم ہوتے ہی اسے مزدوری دے دی جاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ ہمیں عید کی رات میں بھی اعمال صالحہ کا سلسلہ جاری رکھنا چاہئے تاکہ

رمضان میں کی گئی عبادتوں کا بھرپور اجروثواب مل سکے۔

روزہ کا تیسرا مقصد: قرب الهی

روزہ دار کو اللہ تعالیٰ کا خاص قرب حاصل ہوتا ہے۔روزہ کے متعلق حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں خود ہی روزہ کا بدلہ ہوں۔(صحیح بخاری) اس سے زیادہ اللہ کا کیا قرب ہوگا کہ اللہ جل شانہ خود ہی روزہ کا بدلہ ہے۔ نیز حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ تین شخص کی دعا رد نہیں ہوتی ہے، ان تین اشخاص میں سے ایک روزہ دار کی افطار کے وقت کی دعا ہے۔حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خود اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں۔ (صحیح ابن حبان)

روزہ کا چوتھا مقصد: عند الله اجر عظیم کا حصول

اس برکتوں کے مہینہ میں ہر نیک عمل کا اجروثواب بڑھا دیا جاتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر عمل خیر کا دنیا میں ہی اجر بتا دیا کہ کس عمل پر کیا ملے گا مگر روزہ کے متعلق حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: الصَّوْمُ لِي وَانَا اَجْزِیْ بِه روزہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کا بدلہ دوں گا۔ بلکہ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ میں خود ہی روزہ کا بدلہ ہوں۔اللہ اللہ کیسا عظیم الشان عمل ہے کہ اس کا بدلہ ساتوں آسمانوں وزمینوں کو پیدا کرنے والا خود عطا کرے گا یا وہ خود اس کا بدلہ ہے۔روزہ میں عموماً ریا کا پہلو دیگر اعمال کے مقابلہ میں کم ہوتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے روزہ کو اپنی طرف منسوب کرکے فرمایا الصَّوْمُ لِي روزہ میرے لئے ہے۔

لہٰذا ہمیں ماہ رمضان کی قدر کرنی چاہئے کہ دن میں روزہ رکھیں، پنج وقتہ نماز کی پابندی کریں کیونکہ ایمان کے بعد سب سے زیادہ تاکید قرآن وحدیث میں نماز کے متعلق وارد ہوئی ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی آخری وصیت بھی نماز کے اہتمام کی ہی ہے۔کل قیامت کے دن سب سے پہلا سوال نماز ہی کے متعلق ہوگا۔نماز تراویح پڑھیں اور اگر موقع مل جائے تو چند رکعات رات کے آخری حصہ میں بھی ادا کرلیں ۔فرض نمازوں کے علاوہ نماز تہجد کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن کریم میں متعدد مرتبہ فرمایا ہے۔

رمضان کے آخری عشرہ میں تہجد پڑھنے کا اہتمام کریں کیونکہ حضور اکرم ﷺ کے اقوال وافعال کی روشنی میں امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرہ میں پائی جاتی ہے جس میں عبادت کرنے کو اللہ تعالیٰ نے ہزار مہینوں یعنی پوری زندگی کی عبادت سے زیادہ افضل قرار دیا ہے۔اسی اہم رات کی عبادت کو حاصل کرنے کے لئے ۲ ہجری میں رمضان کے روزے کی فرضیت کے بعد سے حضور اکرم ﷺ ہمیشہ آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس مبارک ماہ کی قدر کرنے والا بنائے اور شب قدر میں عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جس طرح ہم روزہ میں کھانے پینے اور جنسی شہوت کے کاموں سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے رکے رہتے ہیں اسی طرح ہماری پوری زندگی اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام کے مطابق ہونی چاہئے، ہماری روزی روٹی اور ہمارا لباس حلال ہو، ہماری زندگی کا طریقہ حضور اکرم ﷺ اور صحابۂ کرام والا ہوتا کہ ہماری روح ہمارے جسم سے اس حال میں جدا ہو کہ ہمیں، ہمارے والدین اور سارے انس وجن کا پیدا کرنے والا ہم سے راضی وخوش ہو۔دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کے وقت اگر ہمارا مولا ہم سے راضی وخوش ہے تو ان شاء اللہ ہمیشہ ہمیشہ کی کامیابی ہمارے لئے مقدر ہوگی کہ اس کے بعد کبھی بھی ناکامی نہیں ہے۔

روزہ کیا ھے؟

روزہ کو عربی میں صوم کہتے ہیں، اِس کے لفظی معنی کسی چیز سے رُک جانا اور اُس کو ترک کر دینا ہے۔ شرعی اصطلاح میں صوم (روزہ) سے مراد یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی عبادت کی نیت سے طلوع فجر سے غروبِ آفتاب تک کھانے پینے اور جنسی ضرورت پوری کرنے سے رُکا رہے۔
نیت اصل میں دل کے ارادہ کا نام ہے، زبان سے نیت کرنا ضروری نہیں ہے، البتہ کر لیں تو بہتر ہے۔ رمضان کے شروع ہونے سے چند روز قبل رمضان کی تیاریاں کرنا ہی پورے مہینے کی نیت کے لئے کافی ہے، اگرچہ ہر روزہ کی مستقل نیت کرنا بہتر ہے۔

روزہ کی قسمیں ۔ روزہ کی مندرجہ ذیل قسمیں ہیں:

۱۔ فرض مُعَیَّن: سال بھر میں ایک ماہ یعنی رمضان المبارک کے روزے ہر بالغ مرد و عورت پر فرض معین ہیں۔ اِس کا انکار کرنے والا کافر ہے اور بغیر عذر کے ترک کرنے والا فاسق اور سخت گناہ گار ہے۔

۲۔ فرض غیر معین: اگر رمضان المبارک کے روزے کسی عذر یا محض غفلت سے رہ جائیں تو اُن کی قضا رکھنا بھی فرض ہے۔ قضا کے یہ روزے فرض غیر معین ہیں یعنی جب موقع ہو مسلسل یا ناغہ کر کے رکھ لیں لیکن بہتر یہی ہے کہ جلد از جلد رکھ لیں۔

۳۔ واجب معین: کسی خاص دن یا خاص تاریخوں کے روزے رکھنے کی نذر یعنی منت ماننے سے اُس دن یا اُن تاریخوں کے روزے واجب معین ہو جاتے ہیں کہ اُن کا اُسی دن یا انہی تاریخوں میں رکھنا واجب ہے۔

۴۔ واجب غیر معین: کفارہ کے روزے اور غیر معین نذر کے روزے واجب غیر معین ہیں مثلاً کسی شخص نے کہا کہ میرا فلاں کام ہو گیا تو میں تین روزے رکھوں گا تو اس کام کے ہونے پر اسے ۳ روزے رکھنے ہوں گے لیکن وہ یہ تین روزے کبھی بھی رکھ سکتا ہے۔

۵۔ مسنون و نفلی روزے: جن دنوں کے روزے رسول اللہ ﷺ نے رکھے ہیں یا جن کے روزے رکھنے کی ترغیب دی ہے انہیں مسنون یا نفلی روزے کہا جاتا ہے اور اِن کے رکھنے کا بڑا اجر و ثواب ہے۔

مسنون ونفلی روزے

☆ ماہ محرم اور عاشورہ کے روزے:

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ماہِ رمضان کے بعد افضل ترین روزے اللہ کے مہینے ماہِ محرم الحرام کے روزے ہیں۔ (مسلم)

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ جو شخص عاشورہ کے دن روزہ رکھے گا تو یہ اس کے لئے پچھلے ایک سال کے گناہ کا کفارہ ہو جائے گا۔ (مسلم)

حضور اکرم ﷺ کی خواہش کو سامنے رکھ کر صحابۂ کرام نے عاشورہ کے روزہ میں اِس بات کا اہتمام کیا کہ ۹ یا ۱۱ محرم کا ایک روزہ ملا کر رکھا جائے تا کہ یہودیوں کے ساتھ مشابہت ختم ہو جائے۔

☆ یوم عرفہ یعنی ذی الحجہ کی نویں تاریخ کا روزہ: نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: عرفہ کا روزہ ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

☆ ماہِ شوال کے چھ روزے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے، پھر اُس کے بعد چھ دن شوال کے روزے رکھے تو وہ ایسا ہے گویا اُس نے سال بھر روزے رکھے۔ (مسلم)

☆ ماہِ شعبان کے روزے: نبی اکرم ﷺ شعبان کے مہینے میں کثرت سے روزے رکھتے تھے۔ (بخاری) آپ ﷺ کا تقریباً شعبان کا پورا ماہ روزہ میں گزرتا تھا۔

☆ ۱۵ ویں شعبان کے روزہ کے متعلق علماء کرام کے اقوال مختلف ہیں کہ اِس دن روزہ رکھنے کی کوئی خاص فضیلت ہے یا نہیں۔

☆ **پیر اور جمعرات کے دن کا روزہ:** رسول اللہ ﷺ خود بھی پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے اور صحابہ کرامؓ کو بھی اِس کی ترغیب دیتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ پیر اور جمعرات کو اعمال دربارِ الٰہی میں پیش کئے جاتے ہیں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ جب میرے اعمال اللہ کے سامنے پیش ہوں تو میں روزہ سے رہوں۔ (ترمذی)

☆ **ایام بیض یعنی چاند کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تاریخ کے روزے:** رسول اللہ ﷺ اِن روزوں کی بڑی تاکید فرماتے تھے۔ نیز حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ یہ تین روزے اجر و ثواب کے لحاظ سے پورے سال کے روزے رکھنے کے برابر ہیں۔ (مسلم)

☆ **صوم داؤدی:** صوم داؤدی یعنی ایک دن روزہ اور ایک دن افطار نفل روزوں میں افضل روزہ ہے۔ (مسلم)

مکروہ روزے: مندرجہ ذیل روزے مکروہ ہیں:

۱۔ صرف جمعہ یا ہفتہ کے دن روزہ رکھنا۔

(البتہ اوپر ذکر کئے گئے مسنون روزے اِن دنوں میں رکھے جا سکتے ہیں)۔

۲۔ عورت کا شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزے رکھنا۔

۳۔ شعبان کے آخری چند ایام میں روزے رکھنا۔

حرام روزے: سال بھر میں مندرجہ ذیل پانچ ایام میں روزے رکھنا حرام ہیں:

۱۔ عیدالفطر کے دن۔

۲۔ عیدالاضحیٰ کے دن۔

۳۔ ایام تشریق (۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ) کے تین دن۔

رمضان کیا ھے؟

رمضان کا مہینہ، قمری مہینوں میں نواں مہینہ ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ رمضان رمض سے مشتق ہے اور رمض کے لغوی معنی جلا دینے کے ہیں۔ چونکہ اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو گناہوں سے پاک وصاف کردیتا ہے اس لئے اس کا نام رمضان ہوا۔

رمضان اور روزہ : اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم (روزہ کی بدولت رفتہ رفتہ) متقی بن جاؤ۔ (سورۃ البقرۃ ۱۸۳) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے روزہ کی فرضیت کا حکم مسلمانوں کو ایک مثال سے دیا ہے کہ روزہ کی فرضیت صرف تمہارے ساتھ خاص نہیں بلکہ پچھلی امتوں پر بھی فرض کیا گیا تھا، اس سے روزہ کی خاص اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ میں اشارہ ہے کہ تقوی کی قوت حاصل کرنے میں روزہ کا بڑا اثر ہے کیونکہ روزہ سے اپنی خواہشات کو قابو میں رکھنے کا ملکہ پیدا ہوتا ہے اور وہی تقوی کی بنیاد ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انسان کے ہر (نیک) عمل کا بدلہ دس گنا سے لے کر ۷۰۰ گنا تک دیا جاتا ہے لیکن روزہ کا بدلہ میں خود ہی عطا کروں گا کیونکہ وہ میرے لئے ہے۔ دوسری روایت کے مطابق میں خود ہی روزہ کا بدلہ ہوں۔ انسان کھانے پینے اور جنسی شہوت سے صرف میری وجہ سے رکتا ہے۔ روزہ دار کو دو خوشیاں ملتی ہیں، ایک (وقتی) افطار کے وقت اور دوسری (دائمی) اللہ سے ملاقات کے وقت۔ (بخاری ومسلم) غرضیکہ اس حدیث قدسی سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ روزہ کا بدلہ خود ہی عطا فرمائے گا اور اتنا بدلہ دے گا کہ اس کو شمار بھی نہیں کیا جاسکتا۔

رمضان کی اہمیت وفضیلت

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ رمضان المبارک کے متعلق میری امت کو خاص طور پر پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو پہلی امتوں کو نہیں دی گئیں:

(۱) روزہ دار کے منہ کی بو (جو بھوک کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے) اللہ تعالیٰ کو مشک سے زیادہ پسند ہے۔

(۲) ان کے لئے دریا کی مچھلیاں تک دعائے مغفرت کرتی ہیں اور افطار کے وقت تک کرتی رہتی ہیں۔

(۳) جنت ہر روز ان کے لئے سجائی جاتی ہے۔

(۴) اس ماہ مبارک میں سرکش شیاطین قید کر دئے جاتے ہیں۔

(۵) رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ کیا یہ شبِ مغفرت شبِ قدر ہی تو نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کا کام ختم ہوتے ہی اسے مزدوری دے دی جاتی ہے۔

(مسند احمد، بزار، بیہقی، ابن حبان)

☆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان کے ہر شب و روز میں جہنم کے قیدی چھوڑے جاتے ہیں اور ہر مسلمان کی ہر شب و روز میں ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ (بزار، الترغیب والترہیب)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین

آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی، ایک روزہ دار کی افطار کے وقت، دوسرے عادل بادشاہ کی اور تیسرے مظلوم کی۔ (مسند احمد، ترمذی، صحیح ابن حبان)

☆ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ منبر کے قریب ہو جاؤ، ہم لوگ قریب ہو گئے۔ جب نبی ﷺ نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین۔ جب دوسرے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین۔ جب تیسرے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین۔ جب آپ ﷺ خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے اترے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ سے منبر پر چڑھتے ہوئے ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس وقت جبرئیل علیہ السلام میرے سامنے آئے تھے۔ جب پہلے درجہ پر میں نے قدم رکھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہو سکی، میں نے کہا آمین۔ پھر جب دوسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے آپ ﷺ کا ذکر مبارک ہو اور وہ درود نہ بھیجے، میں نے کہا آمین۔ جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہونچے اور وہ اسکو جنت میں داخل نہ کرا سکیں، میں نے کہا آمین۔ (بخاری، صحیح ابن حبان، مسند حاکم، ترمذی، بیہقی)

رمضان المبارک کا قرآن کریم سے خاص تعلق

قرآن کریم کو رمضان المبارک سے خاص تعلق اور گہری خصوصیت حاصل ہے۔ چنانچہ رمضان المبارک میں اس کا نازل ہونا، حضور اکرم ﷺ کا رمضان المبارک میں تلاوت قرآن کا شغل نسبتاً زیادہ رکھنا، حضرت جبرئیل علیہ السلام کا رمضان المبارک میں نبی اکرم ﷺ کو قرآن کریم کا دور کرانا، تراویح میں ختم قرآن کا مسنون ہونا، صحابۂ کرام اور بزرگان دین کا رمضان میں تلاوت کا خاص اہتمام کرنا، یہ سب امور اس خصوصیت کو ظاہر کرتے ہیں۔ لہذا اس ماہ میں کثرت سے تلاوتِ قرآن میں مشغول رہنا چاہیئے۔ تلاوت قرآن پاک کے ساتھ قرآن کریم کو علماء کرام کی صحبت میں رہ کر سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کرنی چاہیئے خواہ روزانہ ایک ہی آیت کیوں نہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے واقفیت کے بعد اس پر عمل کرنا اور اس کو دوسروں تک پہونچانا ہمارے لئے آسان ہوجائے۔ قرآن کریم کا امتیازی وصف یہ ہے کہ وہ انسانوں کی ہدایت کا ذریعہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ ہی کے بیان کے مطابق قرآن کریم سے ہر شخص کو ہدایت نہیں ملتی بلکہ سورۃ البقرۃ میں (ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْهِ، هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ) اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیا کہ یہ کتاب ہدایت کا ذریعہ ہے متقیوں (اللہ سے ڈرنے والوں) کے لئے، یعنی قرآن کریم سے استفادہ کی بنیادی شرط تقویٰ ہے۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں روزوں کی فرضیت کا مقصد بتاتے ہوئے فرمایا: کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ تم پر روزے فرض کردئے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

سحری کی فضیلت

☆ حضورا کرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: خود اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں۔(طبرانی،صحیح ابن حبان) متعدد احادیث میں رات کے آخری وقت میں سحری کھانے کی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ایک دو لقمے کھانے سے بھی سحری کی فضیلت حاصل ہوجائے گی۔ ﴿وضاحت﴾: آخری وقت میں سحری کھانا باعث برکت ہے لیکن جیسا کہ سورۃ البقرۃ میں ذکر کیا گیا کہ روزہ میں کھانے پینے اور مباشرت کی جو ممانعت ہے یہ اللہ کی حدود ہیں اور ان کے قریب بھی مت جاؤ کیونکہ قریب جانے سے حد شکنی کا احتمال پیدا ہوجاتا ہے،اسی لئے روزہ کی حالت میں کلی کرنے میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے جس سے پانی اندر جانے کا خطرہ پیدا ہوجاتا ہے، نیز بیوی سے بوس وکنار مکروہ ہے کیونکہ اس سے انزال کا احتمال پیدا ہوجاتا ہے،اسی طرح سحری کھانے میں بھی احتیاط سے کام لیں کہ سحری آخری وقت میں ضرور کھائیں لیکن سحری کا وقت ختم ہونے سے ایک دو منٹ قبل سحری کھانے سے فارغ ہوجائیں۔

افطار کی اھمیت

☆ حضرت سلمان بن عامرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ کھجور سے روزہ افطار کرے کیونکہ اسمیں برکت ہے۔ اگر کھجور نہ پائے تو پھر پانی ہی سے افطار کر لے، اس لئے کہ پانی نہایت پاکیزہ چیز ہے۔ (ترمذی)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ مغرب کی نماز سے پہلے چند تر کھجوروں سے روزہ افطار فرماتے تھے، اگر تر کھجوریں موجود نہ ہوتیں تو خشک کھجوروں سے اور اگر خشک کھجور بھی نہ ہوتی تو چند گھونٹ پانی پی لیتے تھے۔ (ابوداود)

☆ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: روزہ دار کے لئے دو مسرتیں ہیں، ایک افطار کے وقت اور دوسرے رحمٰن یعنی اللہ کی بارگاہ میں حاضری کے وقت۔ (بخاری ومسلم)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کو تین چیزیں پسند ہیں۔

۱) غروب آفتاب ہوتے ہی فوراً افطار کرنا۔

۲) اخیر وقت تک سحری مؤخر کرنا۔

۳) نماز میں (بحالت قیام) ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھنا۔ (طبرانی)

☆ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دین اسلام غالب رہے گا جب تک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے اس لئے کہ یہود و نصاریٰ (افطار کرنے میں) تاخیر کرتے تھے۔ (ابوداود)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگ خیر یعنی بھلائی پر رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔ (بخاری ومسلم)

روزہ افطار کرانے کا ثواب

☆ حضرت زید بن خالد جہنی ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی روزہ دار کو افطار کرایا تو اُس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا بغیر اِس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے۔(ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد)

☆ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ماہ شعبان کی آخری تاریخ کو رسول اللہ ﷺ نے خطبہ میں فرمایا: جس شخص نے اس رمضان المبارک کے مہینہ میں کسی روزہ دار کو (اللہ تعالیٰ کی رضا اور حصولِ ثواب کیلئے) افطار کرایا تو اس کے لئے گناہوں کی مغفرت اور جہنم سے آزادی کا ذریعہ ہوگا۔ اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا بغیر اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر ایک کو تو افطار کرانے کا سامان میسر نہیں ہوتا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ ثواب اُس شخص کو بھی دے گا جو دودھ کی تھوڑی سی لسی یا صرف پانی کے ایک گھونٹ سے کسی کا روزہ افطار کرا دے۔ (بیہقی)

روزہ سے متعلق چند ضروری مسائل

☆ ایسا مریض جس کو روزہ رکھنے سے نا قابل برداشت تکلیف پہونچے یا مرض بڑھ جانے کا قوی اندیشہ ہو یا وہ شرعی مسافر ہے تو اس کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے مگر اس کو اپنے چھوٹے ہوئے روزوں کی رمضان کے بعد دوسرے دنوں میں قضا کرنا ضروری ہے، خواہ مسلسل کرے یا متفرق طور پر۔

☆ جو لوگ کسی وجہ سے روزہ رکھنے سے معذور ہوں، اُن کے لئے بھی ضروری ہے کہ رمضان المبارک میں کھلّم کھلاّ کھانے پینے سے بچیں اور بظاہر روزہ داروں کی طرح رہیں۔

☆ جن لوگوں پر روزہ فرض ہے، پھر کسی وجہ سے ان کا روزہ فاسد ہو جائے تو اُن کو بھی چاہئے کہ دن کے باقی حصے میں روزہ داروں کی طرح رہیں اور کھانے پینے اور جنسی افعال سے پرہیز کریں۔

روزہ سے متعلق خواتین کے خصوصی مسائل

☆ حیض اُس خون کا نام ہے جو عورت کو عموماً ہر ماہ کم از کم ۳ دن اور زیادہ سے زیادہ ۱۰ دن تک آتا ہے۔ ☆ نفاس اُس خون کا نام ہے جو عورت کو بچہ کی پیدائش کے بعد زیادہ سے زیادہ ۴۰ دن تک آتا ہے۔ ☆ اِن دَونوں حالتوں میں عورت روزہ نہیں رکھے گی، بلکہ اُس کو رمضان کے بعد اِن دَونوں حالتوں میں چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کرنی ہوگی، روزہ کا فدیہ دینا کافی نہیں ہوگا۔ ☆ نماز اور روزہ میں تھوڑا فرق یہ ہے کہ اِن دَونوں حالتوں میں عورتوں کے لئے نماز بالکل ہی معاف ہے، یعنی نماز کی کوئی قضا نہیں ہے، لیکن رمضان کے روزہ کی قضا ہے۔ ☆ اِن دونوں حالتوں میں عورت قرآن کی تلاوت بھی نہیں کرسکتی ہے، البتہ اللہ کا ذکر کرسکتی ہے۔ ☆ حیض ونفاس کا خون شروع ہوجانے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے، یعنی روزہ رکھنے کے بعد اگر کسی عورت کو ماہواری آجائے تو اُس کا روزہ فاسد ہوجائے گا مگر عورت کے لئے مستحب یہ ہے کہ شام تک روزہ دار کی طرح کھانے پینے سے رکی رہے۔ ☆ حیض ونفاس والی عورت اگر رمضان میں سحری کا وقت ختم ہونے سے پہلے پاک ہوگئی تو اُس پر روزہ رکھنا ضروری ہے، اگرچہ وہ سحری کا وقت ختم ہونے کے بعد ہی غسل کرے۔ ☆ بعض خواتین رمضان میں عارضی طور پر ماہواری روکنے والی دوا استعمال کرلیتی ہیں تاکہ رمضان میں روزے رکھتی رہیں، بعد میں قضا کی دشواری نہ آئے، تو شرعی اعتبار سے ایسی دوائیں استعمال کرنے کی گنجائش ہے، اگرچہ ترغیب نہیں دیجائے گی۔ ☆ نفاس کا خون اگر ۴۰ دن سے پہلے رک جائے تو عورت کو چاہئے کہ غسل کرکے نماز اور روزہ شروع کردے، ۴۰ دن کا انتظار کرنا غلط ہے، البتہ اگر کمزوری بہت زیادہ ہے تو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے مگر بعد میں قضا

کرنی ہوگی۔ ☆ روزہ کی حالت میں لبوں پر سرخی لگانے سے روزہ میں کوئی خرابی نہیں آتی، لیکن اگر منہ کے اندر پہنچنے کا احتمال ہو تو مکروہ ہے۔ ☆ حمل کی وجہ سے اگر روزہ رکھنا دشوار ہو تو روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے لیکن رمضان کے بعد چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کرنی ہوگی، روزوں کا فدیہ دینا کافی نہیں ہوگا۔ ☆ خواتین روزہ کی حالت میں جو گھر کے کام کرتی ہیں اس پر بھی ان کو اجر ملے گا۔

روزہ سے متعلق میاں بیوی کے مسائل

☆ بیوی کے ساتھ بوس وکنار کرنے میں صرف چند قطرے رطوبت کے (مذی) نکل جائیں تو اُس سے روزہ میں کوئی خرابی نہیں آتی لیکن بہتر یہی ہے کہ روزہ کی حالت میں بیوی سے بوس وکنار ہونے سے بچیں۔ ☆ روزہ میں بیوی سے باقاعدہ ہم بستری نہیں کی ہے بلکہ صرف بوس وکنار ہونے یا ساتھ لیٹنے کی وجہ سے انزال ہوجائے تو روزہ فاسد ہوجائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کے ساتھ ایک روزہ کی قضا کرنی ہوگی۔ ☆ اگر روزہ کی حالت میں قصداً باقاعدہ صحبت کرلی ہے تو دونوں میاں بیوی پر ایک ایک روزہ کی قضا کے ساتھ ہر ایک کو مسلسل ۶۰ دن کے روزے رکھنے ہوں گے، روزہ کی طاقت نہ ہونے کی صورت میں ہر ایک کو ۶۰ مسکینوں کو کھانا کھلانا پڑے گا۔ ☆ اگر کسی عورت یا مرد کے ذمہ غسل کرنا واجب ہے اور سحری کا وقت ختم ہوگیا تو کوئی حرج نہیں، سحری کا وقت ختم ہونے کے بعد بھی غسل کیا جاسکتا ہے، اس سے روزہ پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ☆ روزہ کی حالت میں سوتے ہوئے اگر احتلام ہوجائے تو روزہ میں کوئی خرابی نہیں آتی، روزہ بدستور باقی رہتا ہے، البتہ غسل کرنا واجب ہے۔

کن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ھے

☆ رمضان کے روزہ کو یاد رکھتے ہوئے بغیر عذر شرعی کے کچھ کھانے پینے اسی طرح باقاعدہ صحبت کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، روزہ کی قضا کے ساتھ روزہ کا کفارہ بھی ادا کرنا ہوگا۔

☆ شرعی عذر (مثلاً سخت بیماری) کی وجہ سے کچھ کھا پی لیا تو روزہ ٹوٹ گیا، لیکن صرف روزہ کی قضا واجب ہوگی۔

☆ عورت کو حیض یا نفاس کا خون آنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، لیکن روزہ کی قضا واجب ہوگی۔

☆ اگر بحالت روزہ دانت یا داڑھ نکلوائی اور اس سے خون نکل کر حلق کے اندر چلا گیا تو روزہ ٹوٹ گیا، لیکن صرف روزہ کی قضا واجب ہوگی۔

☆ بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، لیکن یہ سمجھ کر کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر قصداً کھا پی لیا تو روزہ ٹوٹ گیا، لیکن صرف روزہ کی قضا واجب ہوگی۔

☆ رمضان کے علاوہ کوئی مسنون یا نفلی روزہ رکھنے کے بعد قصداً روزہ توڑنے سے صرف قضا واجب ہوگی، کفارہ نہیں۔

☆ اگر بھوک یا پیاس کی شدت کی وجہ سے جان کو خطرہ لاحق ہوجائے تو روزہ توڑنے سے صرف قضا واجب ہوگی، کفارہ نہیں۔

☆ روزہ کی حالت میں کان یا ناک میں دوا نہیں ڈالنی چاہئے کیونکہ ناک وکان کا براہ راست حلق سے تعلق ہونے کی وجہ سے اس سے اکثر اوقات روزہ ٹوٹ جاتا ہے، البتہ آنکھ میں سرمہ لگانے اور دوا ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

کن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا

☆ مسواک کرنے سے۔(البتہ روزہ کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ کے استعمال سے بچنا چاہیے خاص کر اگر ٹوتھ پیسٹ میں کھانے کی چیز کا ذائقہ ہے) ☆ سر میں تیل لگانے سے۔ ☆ بھول کر کھانے پینے سے۔ ☆ خود بخود بلا قصد قے ہوجانے سے۔ ☆ انجکشن لگوانے سے۔ ☆ آنکھ میں دوا ڈالنے سے۔ ☆ احتلام ہونے سے۔

☆ Xray، Ultrasound، ECG، Echo، BloodTest یعنی ایسے ٹیسٹ کرانے سے جس میں کوئی غذا معدہ میں نہیں جاتی ہے، روزہ نہیں ٹوٹتا۔

ماہ رمضان میں اعمال صالحہ کا خاص اہتمام

☆ فرض نمازوں کی ادائیگی۔ ☆ دن میں روزہ رکھنا۔ ☆ نماز تراویح کی ادائیگی۔ ☆ تلاوتِ قرآن پاک۔ ☆ اگر مال میں زکاۃ واجب ہے تو زکاۃ کی ادائیگی کیونکہ رمضان میں ستر گنا زیادہ ثواب ملتا ہے۔ ☆ حسب سہولت عمرہ کی ادائیگی کیونکہ رمضان میں عمرہ کی ادائیگی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے (صحیح مسلم)۔ ☆ سنت اور نفل نمازوں کی ادائیگی۔ ☆ نمازِ تہجد کی ادائیگی، خاص کر آخری عشرہ میں۔ ☆ نماز اشراق وچاشت اور تحیۃ الوضو وتحیۃ المسجد کا اہتمام ☆ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف اگر سہولت سے ممکن ہو۔ ☆ دعاؤں کا اہتمام۔ ☆ اللہ کا ذکر اور دیگر نیک اعمال کی ادائیگی۔ ☆ دوسروں کو بھی نیک اعمال کی ترغیب دینا۔ ☆ گناہوں سے بچنا اور دوسروں کو بھی حکمت کے ساتھ منع کرنا۔ ☆ رمضان کے آخر میں یا عیدالفطر کی صبح کو صدقۂ فطر کی ادائیگی کرنا۔

ماہِ رمضان قرآن کریم کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام کی سورۃ البقرۃ (آیت ۱۸۳ سے ۱۸۷ تک) میں رمضان اور روزہ کے متعلق احکام بیان کئے ہیں، جس کا خلاصۂ یہ ہے۔

خلاصۂ تفسیر (آیت نمبر ۱۸۳ اور ۱۸۴): اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض کیا گیا تھا، اس توقع پر کہ تم روزہ کی بدولت رفتہ رفتہ متقی بن جاؤ۔ کیونکہ روزہ رکھنے سے عادت پڑے گی نفس کو اُس کے متعدد تقاضوں سے روکنے کی اور یہی عادت کی پختگی تقویٰ کی بنیاد ہے سو تھوڑے دنوں روزہ رکھ لیا کرو، اور تھوڑے دنوں سے مراد ماہِ رمضان ہے جیسا کہ اگلی آیت میں آتا ہے۔ پھر اس میں اتنی آسانی ہے کہ جو شخص تم میں ایسا بیمار ہو جس کو روزہ رکھنا مشکل یا مضر ہو یا شرعی سفر میں ہو تو اس کو رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے، لیکن رمضان کے بعد چھوٹے ہوئے روزے رکھنا اس پر واجب ہے۔

پچھلی امتوں میں روزہ کا حکم: روزے کی فرضیت کا حکم مسلمانوں کو ایک خاص مثال سے دیا گیا ہے، حکم کے ساتھ یہ بھی ذکر فرمایا کہ روزے کی فرضیت صرف تمہارے ساتھ خاص نہیں بلکہ پچھلی امتوں پر بھی روزے فرض کئے گئے تھے۔ اس سے روزہ کی خاص اہمیت بھی معلوم ہوئی اور مسلمانوں کی دلجوئی کا بھی انتظام کیا گیا کہ روزہ اگرچہ مشقت کی چیز ہے، مگر یہ مشقت تم سے پہلے بھی سب لوگ اٹھاتے آئے ہیں۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ میں اشارہ ہے کہ تقوی کی قوت حاصل کرنے میں روزہ کو بڑا دخل ہے کیونکہ روزہ سے اپنی خواہشات کو قابو میں رکھنے کا ملکہ پیدا ہوتا ہے، وہی تقوی کی بنیاد ہے۔ تقویٰ

(پرہیز گاری) اصل میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے خوف اور رجاء کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے طریقہ کے مطابق ممنوعات سے بچنے اوراوامر پر عمل کرنے کا نام ہے۔

مریض کا روزہ: مریض کے لئے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَرِیْضاً لیکن مریض سے مراد وہ مریض ہے جس کو روزہ رکھنے سے نا قابل برداشت تکلیف پہونچے یا مرض بڑھ جانے کا قوی اندیشہ ہو، بعد کی آیت وَلایُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ میں اسی طرف اشارہ موجود ہے۔ جمہور فقہاء وعلماء کی یہی رائے ہے۔

مسافر کا روزہ: مسافر کے لئے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَوْ عَلٰی سَفَرٍ یہاں لفظ مسافر کے بجائے عَلٰی سَفَرٍ کا لفظ اختیار فرما کر کئی اہم مسائل کی طرف اشارہ فرمادیا۔ مطلقاً لغوی سفر یعنی اپنے گھر اور وطن سے باہر نکل جانا روزہ میں رخصت سفر کے لئے کافی نہیں بلکہ سفر کچھ طویل ہونا چاہئے، مگر یہ تحدید کہ سفر کتنا طویل ہو، قرآن کریم کے الفاظ میں مذکور نہیں، نبی اکرم ﷺ کے بیان اور صحابۂ کرام کے تعامل سے فقہاء نے اس کی مقدار ۴۸ میل یعنی تقریباً ۷۷ کیلومیٹر متعین کی ہے۔ اسی طرح جو شخص کسی ایک مقام پر پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرلے تو وہ بھی منزل مقصود پر پہنچنے کے بعد رخصتِ سفر کا مستحق نہیں ہے۔

روزہ کی قضا: مریض ومسافر کو اپنے فوت شدہ روزوں کی تعداد کے مطابق دوسرے دنوں میں روزے رکھنا واجب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَعِدَّةٌ مِنْ اَيَّامٍ اُخَرَ۔ البتہ اس آیت میں کوئی قید نہیں کہ ترتیب وار رکھے یا بے ترتیب بلکہ عام اختیار ہے کہ ترتیب وار یا بے ترتیب جیسے چاہے فوت شدہ روزوں کی قضا کرلے۔

روزہ کا کفارہ: اگر رمضان کے روزہ کی حالت میں باقاعدہ صحبت کرلی یا کسی عذر شرعی کے بغیر کھانا کھا کر یا پانی وغیرہ پی کر روزہ توڑ دیا تو روزہ کی قضا کے ساتھ مسلسل ۶۰ دن کے روزے رکھنے ہوں گے، روزہ کی طاقت نہ ہونے کی صورت میں ۶۰ مسکینوں کو کھانا کھلانا پڑے گا۔ نفلی روزہ کو قصداً توڑنے پر صرف قضا واجب ہوگی۔

روزہ کا فدیہ: شریعت اسلامیہ نے بہت بوڑھے یا ایسے بیمار حضرات جنہیں بظاہر صحت کی امید نہیں ہے، کو اجازت دی ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں لیکن انہیں ہر روزہ کے بدلہ فدیہ کی ادائیگی کرنی ہوگی۔

فدیہ کی مقدار: ایک روزہ کا فدیہ نصف صاع گیہوں (تقریباً پونے دو کیلو) یا اس کی قیمت کسی غریب مسکین کو دینا ہے۔

☆☆ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ کے سلسلہ میں تین تبدیلیاں ہوئیں:

۱) رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو ہر مہینہ میں تین روزے اور ایک روزہ یوم عاشورہ (یعنی دسویں محرم الحرام) کا رکھتے تھے۔

۲) جب ۲ ہجری میں رمضان کے روزے کی فرضیت ہوئی تو ہر شخص کو اختیار تھا کہ روزہ رکھ

لے یا فدیہ دیدے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت نازل فرمادی، جس میں صحت مند کے لئے یہ اختیار ختم کرکے صرف روزہ رکھنا لازم کردیا، مگر بہت بوڑھے آدمی کے لئے یہ حکم باقی رہا کہ وہ چاہے تو فدیہ ادا کردے۔

۳) شروع میں افطار کے بعد کھانے پینے اور اپنی خواہش پوری کرنے کی اجازت صرف اس وقت تک تھی جب تک آدمی سوئے نہیں، جب سو گیا تو دوسرا روزہ شروع ہو گیا اور کھانا پینا وغیرہ سب ممنوع ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آیت (اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَةَ الصِّیَامِ الرَّفَث) نازل فرما کر یہ آسانی عطا فرمادی کہ صبح صادق تک کھانا پینا اور صحبت کرنا سب جائز ہے۔

خلاصۂ تفسیر (آیت نمبر ۱۸۵): وہ تھوڑے ایام جن میں روزے کا حکم ہوا ہے، ماہ رمضان ہے جس میں ایسی برکت ہے کہ اس کے ایک خاص حصہ یعنی شب قدر میں قرآن کریم لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا پر نازل کیا گیا ہے، جس کا ایک وصف یہ ہے کہ لوگوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہے اور دوسرا وصف یہ ہے کہ ہدایت کے طریقے بتلانے میں اس کا ایک ایک جز واضح الدلالہ ہے اور ان دونوں وصفوں میں منجملہ ان کتب سماویہ کے ہے جو کہ انہی دو وصفوں سے موصوف ہیں یعنی ذریعہ ہدایت بھی ہیں اور وضوحِ دلالت کی وجہ سے حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والی بھی ہیں۔

فَمَنْ شَھِدَ مِنکُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْه : جو شخص ماہ رمضان میں حاضر یعنی موجود ہو اس پر لازم ہے کہ پورے مہینے کے روزے رکھے۔ روزہ کے بجائے فدیہ دینے کا عام اختیار جو اس سے پہلی آیت میں مذکور ہے اس جملے نے منسوخ کرکے روزہ ہی رکھنا لازم کردیا ہے۔

مَنْ كَانَ مِنكُمْ مَرِيضاً اَوْ عَلىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ اَيَّامٍ اُخَر: اس میں مریض اور مسافر کو رخصت دی گئی ہے کہ وہ اُس وقت روزہ نہ رکھے، تندرست ہونے اور سفر کے ختم ہونے پر اتنے دنوں کی قضا کرلے، یہ حکم اگرچہ پچھلی آیت میں بھی آچکا تھا مگر جب اس آیت میں روزہ کے بجائے فدیہ دینے کا اختیار منسوخ کیا گیا تو یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ شاید مریض اور مسافر کی رخصت بھی منسوخ ہوگئی ہو اس لئے دوبارہ اس کا اعادہ کیا گیا۔

خلاصۂ تفسیر (آیت نمبر ۱۸۶): پچھلی تین آیتوں میں روزہ اور رمضان کے احکام اور فضائل کا ذکر تھا اور اس کے بعد بھی ایک طویل آیت میں روزہ اور اعتکاف کے احکام کی تفصیل ہے، درمیان کی اس مختصر آیت میں بندوں کے حال پر اللہ کی خاص عنایت، ان کی دعائیں سننے اور قبول کرنے کا ذکر فرما کر اطاعت احکام کی ترغیب دی گئی ہے کیونکہ روزہ کی عبادت میں رخصتوں اور سہولتوں کے باوجود کسی قدر مشقت ہے، اس کو سہل کرنے کے لئے اپنی مخصوص عنایت کا ذکر فرمایا کہ میں اپنے بندوں سے قریب ہی ہوں جب بھی وہ دعا مانگتے ہیں میں ان کی دعائیں قبول کرتا ہوں اور ان کی حاجات کو پورا کرتا ہوں۔ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ نے فرمایا کہ روزہ کا بدلہ میں خود ہوں۔ روزہ کی حالت میں خاص کر افطار کے وقت کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روزہ افطار کرنے کے وقت روزہ دار کی دعا مقبول ہوتی ہے۔ اسی لئے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما افطار کے وقت سب گھر والوں کو جمع کر کے دعا کیا کرتے تھے۔

خلاصۂ تفسیر (آیت نمبر ۱۸۷): اس آیت میں روزہ کے بقیہ احکام کی کچھ تفصیل مذکور ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ تم لوگوں کے واسطے روزہ کی شب میں اپنی بیوی سے صحبت کرنا حلال کردیا

گیا ہے اور پہلے جو اس سے ممانعت تھی وہ ختم کر دی گئی کیونکہ بوجہ قرب و اتصال کے وہ تمہارے لئے اوڑھنے بچھونے کے ہیں اور تم ان کے لئے اوڑھنے بچھونے کے ہو۔ اور جس طرح شبِ صیام میں بیوی سے ہم بستری کی اجازت ہے اسی طرح یہ بھی اجازت ہے کہ صبح صادق ہونے تک تمام رات میں جب چاہو کھاؤ پیو۔

لیکن بیوی کے بدن سے اپنا بدن شہوت کے ساتھ مت ملنے دو جس زمانے میں تم اعتکاف میں بیٹھے ہو۔

یہ سب احکام مذکورہ اللہ تعالیٰ کے ضابطے ہیں، سو ان ضابطوں سے نکلنا تو در کنار نکلنے کے نزدیک بھی مت ہونا اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ احکام بیان کئے ہیں اسی طرح اللہ اپنے اور احکام بھی لوگوں کی اصلاح کے واسطے بیان فرمایا کرتے ہیں، اس امید پر کہ وہ لوگ احکام سے مطلع ہو کر ان احکام کی خلاف ورزی سے پرہیز رکھیں۔

﴿وضاحت﴾: ابتداء میں جب رمضان کے روزے فرض کئے گئے تو افطار کے بعد کھانے پینے اور بیوی کے ساتھ اختلاط کی صرف اُس وقت تک اجازت تھی جب تک سو نہ جائے، سو جانے کے بعد یہ سب چیزیں حرام ہو جاتی تھیں۔ بعد میں یہ آیت نازل ہوئی جس میں پہلا حکم منسوخ کر کے غروب آفتاب کے بعد سے طلوع صبح صادق تک پوری رات کھانے پینے اور صحبت کی اجازت دیدی گئی، لیکن اعتکاف کی حالت میں بیوی سے رات میں بھی دور رہنا ہے، یعنی حالتِ اعتکاف میں رات کو کھا پی تو سکتے ہیں لیکن بیوی کے ساتھ سونا یا صحبت کرنا جائز نہیں ہے۔

رمضان کا اهتمام نه کرنے والوں کے لئے

☆ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے (شرعی) اجازت اور مرض کے بغیر رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دیا پھر اگر وہ ساری عمر بھی روزے رکھے تب بھی اسکی فضیلت حاصل نہیں ہوسکتی ہے۔(مسند احمد، ترمذی، ابوداود)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ ان کو روزہ کے ثمرات میں بجز بھوکا رہنے کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کو رات کے جاگنے کی مشقت کے سوا کچھ بھی نہیں ملتا۔ (ابن ماجہ، نسائی)

نمازِ تراویح

نبی اکرم ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ نمازِ تراویح فرض نہیں بلکہ سنت ہے۔ البتہ ۱۴۰۰ سال سے جاری عمل کے خلاف بعض حضرات ۲۰ رکعات نمازِ تراویح کو بدعت یا خلافِ سنت قرار دینے میں ہر سال رمضان اور رمضان سے قبل اپنی صلاحیتوں کا بیشتر حصہ صرف کرتے ہیں جس سے امت مسلمہ کے عام طبقہ میں انتشار ہی پیدا ہوتا ہے، حالانکہ اگر کوئی شخص ۸ کی جگہ ۲۰ رکعات پڑھ رہا ہے تو یہ اس کے لئے بہتر ہی تو ہے کیونکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ساری امت مسلمہ متفق ہے کہ رمضان کی راتوں میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنی چاہئے، نیز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت سے امت مسلمہ جماعت کے ساتھ تراویح میں ۲۰ رکعات ہی پڑھتی آئی ہے، نیز حرمین (مسجد حرام اور مسجد نبوی) میں آج تک کبھی بھی ۲۰ رکعات سے کم یعنی ۸ رکعات تراویح نہیں پڑھی گئیں۔

اس موضوع سے متعلق احادیث کا جتنا بھی ذخیرہ موجود ہے، کسی بھی ایک صحیح معتبر اور غیر قابل نقد وجرح حدیث میں نبی اکرم ﷺ سے تراویح کی تعداد رکعات کا واضح ثبوت نہیں ملتا ہے، اگرچہ بعض احادیث میں جن کی سند میں یقیناً کچھ ضعف موجود ہے ۲۰ رکعات کا ذکر ملتا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ ؒ نے تحریر کیا ہے کہ جس شخص کا یہ خیال ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے تراویح کی کوئی تعداد مقرر کردی ہے جس میں کمی بیشی نہیں ہوسکتی تو وہ غلطی پر ہے۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۲ ص ۴۰۱) اسی طرح علامہ شوکانی ؒ نے تحریر کیا ہے کہ مسئلہ تراویح کی تمام روایات میں نماز تراویح کا باجماعت یا تنہا پڑھنا تو ثابت ہے لیکن خاص کر تراویح کی تعداد اور اس میں قراءت کی تعیین نبی اکرم ﷺ سے منقول نہیں ہے۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۶۴)

میں نے اِن دوشخصیات کا ذکراس لئے کیا ہے کیونکہ ۸ رکعات تراویح کا موقف اختیار کرنے والے عموماً حضرات اِن دوشخصیات کی رائے کوزیادہ اہمیت دیتے ہیں۔

خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورحکومت میں بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر جماعت کے ساتھ پڑھنے کا اہتمام شروع ہوا جیسا کہ محدثین، فقہاء، مؤرخین اور علماء کرام نے تسلیم کیا ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سب صحابہ کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت میں جمع کیا تو وہ بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔ حضرت عمر فاروق ؓ ان خلفاء راشدین میں سے ہیں جن کی بابت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرو اور اسی کو ڈاڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑے رکھو۔ علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ڈاڑھوں کا ذکر اس لئے کیا کہ ڈاڑھوں کی گرفت مضبوط ہوتی ہے، لہذا حضرت عمر فاروق ؓ کا یہ اقدام عین سنت ہے۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۲ ص ۴۰۱) (فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۲ ص ۴۳۴)

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات ۵۷ یا ۵۸ ہجری میں ہوئی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ۱۵ ہجری میں تراویح کی جماعت حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت میں باقاعدہ شروع فرمائی، اگر بیس رکعات تروایح کا عمل بدعت ہوتا تو ۴۲ سال کے طویل عرصہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا آٹھ رکعات والی حدیث کو بیس رکعات پڑھنے والوں کے خلاف پیش کرنا ثابت ہوتا، حالانکہ ایسا نہیں ہوا، بلکہ سعودی عرب کے نامور عالم، مسجد نبوی کے مشہور مدرس اور مدینہ منورہ کے (سابق) قاضی الشیخ عطیہ محمد سالم ؒ (متوفی

۱۹۹۹) نے نماز تراویح کی چودہ سو سالہ تاریخ پر عربی زبان میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے جسمیں ثابت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت سے آج تک حرمین (مسجد حرام اور مسجد نبوی) میں کبھی بھی ۲۰ سے کم تراویح نہیں پڑھی گئیں۔

تراویح کے معنی:

بخاری شریف کی مشہور و معروف شرح لکھنے والے حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ نے تحریر کیا ہے کہ تراویح ترویحہ کی جمع ہے اور ترویحہ کے معنی ایک دفعہ آرام کرنا ہے، جیسے تسلیمہ کے معنی ایک دفعہ سلام پھیرنا ہے۔ رمضان المبارک کی راتوں میں نمازِ عشاء کے بعد باجماعت نماز کو تراویح کہا جاتا ہے، کیونکہ صحابۂ کرام کا اتفاق اس امر پر ہوگیا کہ ہر دو سلام (یعنی چار رکعات) کے بعد کچھ دیر آرام فرماتے تھے۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب صلاۃ التراویح)

نماز تراویح کی فضیلت

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص رمضان (کی راتوں) میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی امید سے (عبادت کے لئے) کھڑا ہو، اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

﴿وضاحت﴾: ثواب کی امید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ شہرت اور دکھاوے کے لئے نہیں بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے عبادت کی جائے۔

نماز تراویح کی تعدادِ رکعات

تراویح کی تعداد رکعات کے سلسلہ میں علماء کرام کے درمیان اختلاف ہے۔تراویح پڑھنے کی اگر چہ بہت فضیلت احادیث میں وارد ہوئی ہے،لیکن فرض نہ ہونے کی وجہ سے تراویح کی تعدادِ رکعات میں یقیناً گنجائش ہے۔جمہور محدثین،فقہاء وعلماء کرام کی رائے ہے کہ تراویح ۲۰ رکعات پڑھنی چاہئے۔

تراویح کی تعداد رکعات میں علماء کرام کے درمیان اختلاف کی اصل بنیاد یہ ہے کہ تراویح اور تہجد ایک نماز ہے یا دو الگ الگ نمازیں۔ جمہور محدثین،فقہاء وعلماء کرام نے اِن دونوں نمازوں کو الگ الگ نماز قرار دیا ہے، اُن کے نقطۂ نظر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کا تعلق تہجد کی نماز سے ہے،جس میں انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ رمضان اور رمضان کے علاوہ گیارہ رکعات سے زائد نماز نہیں پڑھتے تھے۔جس کے انہوں نے مختلف دلائل دئے ہیں،جن میں سے بعض یہ ہیں:

۱) امام بخاریؒ نے اپنی مشہور کتاب (بخاری) میں نمازِ تہجد کا ذکر (کتاب التہجد) میں جبکہ نماز تراویح کو (کتاب صلاۃ التراویح) میں ذکر کیا ہے۔اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں نمازیں الگ الگ ہیں جیسا کہ جمہور علماء اور ائمہ اربعہ نے فرمایا ہے،اگر دونوں ایک ہی نماز ہوتیں تو امام بخاریؒ کو دو الگ الگ باب قائم کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوتی۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث کتاب التہجد میں ذکر فرماکر امام بخاریؒ نے ثابت کردیا کہ اس حدیث کا تعلق تہجد کی نماز سے ہے۔

۲) اگر حضرت عائشہؓ کے فرمان کا تعلق تراویح کی نماز سے ہے تو حضرت عمر فاروق ؓ کے

زمانے میں جب باضابطہ جماعت کے ساتھ ۲۰ رکعات تراویح کا اہتمام شروع ہوا تو کسی بھی صحابی نے اِس پر کوئی تنقید کیوں نہیں کی؟ دنیا کی کسی کتاب میں، کسی زبان میں بھی، کسی ایک صحابی کا حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں ۲۰ رکعات تراویح کے شروع ہونے پر کوئی اعتراض مذکور نہیں ہے۔ اگر کوئی واضح حدیث تراویح کی تعداد کے متعلق ہوتی تو حضرت عمر فاروقؓ اور صحابۂ کرام کو کیسے ہمت ہوتی کہ وہ ۸ رکعات تراویح کی جگہ ۲۰ رکعات تراویح شروع کر دیتے۔ صحابۂ کرام تو ایک ذرا سی چیز میں بھی آپ ﷺ کی تعلیمات کی مخالفت برداشت نہیں کرتے تھے۔ اور نبی اکرم ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنے کا جذبہ یقیناً صحابۂ کرام میں ہم سے بہت زیادہ تھا۔ بلکہ ہم (یعنی آج کے مسلمان) صحابۂ کرام کی سنتوں پر عمل کرنے کے جذبہ سے اپنا کوئی مقارنہ بھی نہیں کر سکتے۔ نیز نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ ہم خلفاء راشدین کی سنتوں کو بھی مضبوطی سے پکڑ لیں۔ (ابن ماجہ)

۳) اگر اس حدیث کا تعلق واقعی تراویح کی نماز سے ہے اور تہجد و تراویح ایک نماز ہیں تو رمضان کے آخری عشرہ میں نمازِ تراویح پڑھنے کے بعد تہجد کی نماز کیوں پڑھی جاتی ہے؟

۴) اس حدیث کا تعلق تہجد کی نماز سے ہے جیسا کہ محدثین نے اس حدیث کو تہجد کے باب میں نقل کیا ہے نہ کہ تراویح کے باب میں۔ (ملاحظہ ہو: مسلم ج ۱ ص ۱۵۴، ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۶، ترمذی ج ۱ ص ۵۸، نسائی ج ۱ ص ۱۵۴، موطا امام مالک ص ۴۲)۔ علامہ شمس الدین کرمانیؒ (شارح بخاری) تحریر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث تہجد کے بارے میں ہے اور حضرت ابوسلمہؓ کا مذکورہ بالا سوال اور حضرت عائشہؓ کا جواب تہجد کے متعلق تھا۔ (الکوکب الدراری شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۵۵۔۱۵۶) حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ

حضور اکرم ﷺ گیارہ رکعات پڑھتے تھے وہ تہجد کی نماز تھی۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث تہجد کی نماز پر محمول ہے جو رمضان اور غیر رمضان میں برابر تھی۔

نمازِ تراویح حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (رمضان کی) ایک رات مسجد میں نماز تراویح پڑھی۔ لوگوں نے آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر دوسری رات کی نماز میں شرکاء زیادہ ہوگئے، تیسری یا چوتھی رات آپ ﷺ نماز تراویح کے لئے مسجد میں تشریف نہ لائے اور صبح کو فرمایا کہ میں نے تمہارا شوق دیکھ لیا اور میں اس ڈر سے نہیں آیا کہ کہیں یہ نماز تم پر رمضان میں فرض نہ کردی جائے۔ (مسلم۔ الترغیب فی صلاۃ التراویح)۔ اِن دو یا تین دن کی تراویح کی رکعات کے متعلق کوئی واضح تعداد احادیث صحیحہ میں مذکور نہیں ہے، اگرچہ بعض احادیث سے ۲۰ کی تایید ملتی ہے۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قیام رمضان کی ترغیب تو دیتے لیکن وجوب کا حکم نہیں دیتے۔ آپ ﷺ فرماتے کہ جو شخص رمضان کی راتوں میں نماز (تراویح) پڑھے اور وہ ایمان کے دوسرے تقاضوں کو بھی پورا کرے اور ثواب کی نیت سے یہ عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے سابقہ گناہ معاف فرمادیں گے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات تک یہی عمل رہا، دورِ صدیقی اور ابتداء عہد فاروقی میں بھی یہی عمل رہا۔ (مسلم۔ الترغیب فی صلاۃ التراویح)

صحیح مسلم کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی حیات میں، حضرت ابوبکر صدیق

ؓ کے دورِ خلافت اور حضرت عمر فاروق ؓ کے ابتدائی دور خلافت میں نماز تراویح جماعت سے پڑھنے کا کوئی اہتمام نہیں تھا، صرف ترغیب دی جاتی تھی۔ البتہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں یقیناً تبدیلی ہوئی ہے، اس تبدیلی کی وضاحت کتاب میں محدثین، فقہاء اور علماء کرام کی تحریروں کی روشنی میں آ رہی ہے۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت (جس میں انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ رمضان اور رمضان کے علاوہ گیارہ رکعات سے زائد نماز نہیں پڑھتے تھے) میں لفظِ تراویح کا ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا اس حدیث کا تعلق تہجد کی نماز سے ہے کیونکہ محدثین نے اس حدیث کو تہجد کے باب میں نقل کیا ہے نہ کہ تراویح کے باب میں۔ (ملاحظہ ہو: مسلم ج۱ ص۱۵۴، ابوداود ج۱ ص۱۹۶، ترمذی ج۱ ص ۵۸، نسائی ج۱ ص۱۵۴، موطا امام مالک ص۴۲) اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان محدثین کے نزدیک یہ حدیث تہجد کی نماز سے متعلق ہے نہ کہ تراویح سے۔

امام محمد بن نصر مروزیؒ نے اپنی مشہور کتاب (قیام اللیل، ص ۹۱ اور ۹۲) میں قیام رمضان کا باب باندھ کر بہت سی حدیثیں اور روایتیں نقل فرمائی ہیں مگر مذکورہ بالا حدیث عائشہؓ نقل نہیں فرمائی کیونکہ ان کے نزدیک یہ حدیث تراویح کے متعلق ہے ہی نہیں۔

علامہ ابن قیمؒ نے اپنی مشہور و معروف کتاب (زاد المعاد ص ۸۶) میں قیام اللیل (تہجد) کے بیان میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے۔ علاوہ ازیں اس روایت کے متعلق حافظ حدیث امام قرطبیؒ کا یہ قول بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ بہت سے اہل علم حضرات اس روایت کو مضطرب مانتے ہیں۔ (عینی شرح بخاری ج۷ ص ۱۸۷)

نمازِ تراویح خلفاء راشدین کے زمانے میں

☆ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے عہد میں کتنی تراویح پڑھی جاتی تھیں؟ احادیث صحیحہ میں صحابۂ کرام کا کوئی واضح عمل مذکور نہیں ہے۔ گویا اس دور کا معمول حسب سابق رہا اور لوگ اپنے طور پر نماز تراویح پڑھتے رہے، غرضیکہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے عہد خلافت میں نماز تراویح با قاعدہ جماعت کے ساتھ ایک مرتبہ بھی ادا نہیں ہوئی۔

☆ حضرت عمر فاروق ؓ نے جب اپنے عہد خلافت میں لوگوں کو دیکھا کہ تنہا تنہا تراویح کی نماز پڑھ رہے ہیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سب صحابہ کو حضرت ابی بن کعب ؓ کی امامت میں جمع کیا اور عشاء کے فرائض کے بعد وتروں سے پہلے باجماعت ۲۰ رکعات نماز تراویح میں قرآن کریم مکمل کرنے کا باضابطہ سلسلہ شروع کیا۔ ملاحظہ ہو کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مندرجہ ذیل اعمال شروع ہوئے:

۱) پورے رمضان تراویح پڑھنا۔ (جس پر پوری امت کا عمل ہے)

۲) تراویح کا مستقل باجماعت پڑھنا۔ (جس پر پوری امت کا عمل ہے)

۳) رمضان میں وتر باجماعت پڑھنا۔ (جس پر پوری امت کا عمل ہے)

۴) وتر کا تراویح کے ساتھ ہی پڑھنا۔ (جس پر پوری امت کا عمل ہے)

۵) ۲۰ رکعات تراویح پڑھنا۔

☆ حضرت عبدالرحمٰن قاریؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر فاروق ؓ کے ہمراہ رمضان میں مسجد میں گیا تو دیکھا کہ لوگ مختلف گروپوں میں علیحدہ علیحدہ نماز تراویح پڑھ رہے ہیں، کوئی اکیلا پڑھ رہا ہے اور کسی کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی شریک ہیں، اس پر حضرت عمر فاروق ؓ نے فرمایا

کہ واللہ! میرا خیال ہے کہ اگر ان سب کو ایک امام کی اقتداء میں جمع کر دیا جائے تو بہت اچھا ہوگا اور سب کو حضرت ابی بن کعبؓ کی اقتداء میں جمع کر دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ پھر جب ہم دوسری رات نکلے اور دیکھا کہ سب لوگ ایک ہی امام کی اقتداء میں نماز تراویح ادا کررہے ہیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ بڑا اچھا طریقہ ہے اور مزید فرمایا کہ ابھی تم رات کے جس آخری حصہ میں سو جاتے ہو، وہ اس وقت سے بھی بہتر ہے جس کو تم نماز میں کھڑے ہو کر گزارتے ہو۔ (موطا امام مالکؒ، باب ماجاء فی قیام رمضان)

☆ حضرت یزید بن رومانؒ فرماتے ہیں کہ لوگ (صحابۂ کرام) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ۲۳ رکعات (۲۰ تراویح اور ۳ وتر) ادا فرماتے تھے۔ (موطا امام مالکؒ، باب ماجاء فی قیام رمضان، ص ۹۸)

☆ علامہ بیہقیؒ نے کتاب المعرفہ میں نقل کیا ہے کہ حضرت سائب بن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ کے دور حکومت میں ہم ۲۰ رکعات تراویح اور وتر پڑھا کرتے تھے۔ امام زیلعیؒ نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے (نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۵۴)

☆ حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے انہیں حکم دیا کہ رمضان کی راتوں میں نماز پڑھائیں۔ چنانچہ فرمایا کہ لوگ سارا دن روزہ رکھتے ہیں اور قراءت اچھی طرح نہیں کر سکتے۔ اگر آپ رات کو انہیں (نماز میں) قرآن سنائیں تو بہت اچھا ہوگا۔ پس حضرت ابی بن کعبؓ نے انہیں ۲۰ رکعتیں پڑھائیں۔ (مسند احمد)

☆ موطا امام مالک میں یزید بن خصیفہؒ کے طریق سے سائب بن یزیدؒ کی روایت ہے کہ عہد فاروقی میں بیس رکعات تراویح تھیں۔ (فتح الباری لابن حجر ج ۴ ص ۳۲۱)

☆ حضرت محمد بن کعب القرظیؒ (جو جلیل القدر تابعی ہیں) فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمرؓ کے دور میں بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے۔ (قیام اللیل للمروزی ص ۱۵۷)

☆ حضرت یحیی بن سعیدؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھائے۔ (مصنف بن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸۵)

☆ حضرت حسنؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت پر جمع فرمایا۔ وہ لوگوں کو بیس رکعات نماز تراویح پڑھاتے تھے۔ (ابوداود ج ۱ ص ۲۱۱، باب القنوت والوتر)

☆ حضرت سائب بن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں تین رکعات (وتر) اور بیس رکعات (تراویح) پڑھی جاتی تھیں۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۰۱، حدیث نمبر ۷۷۶۳) ☆ حضرت سائب بن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہم ۲۰ رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے اور قاری صاحب سو سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور لمبے قیام کی وجہ سے حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں لاٹھیوں کا سہارا لیتے تھے۔ (السنن الکبری للبیھقی ج ۲ ص ۴۹۶)

☆ حضرت ابوالحسناءؒ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعات تراویح پڑھائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸۵)

☆ حضرت ابوعبدالرحمٰن السلمیؒ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے رمضان میں قاریوں کو بلایا۔ پھر ان میں سے ایک قاری کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھائے اور حضرت علیؓ خود انہیں وتر پڑھاتے تھے۔ (السنن الکبری للبیھقی ج ۲ ص ۴۹۶)

نماز تراویح سے متعلق صحابہ وتابعین کا عمل

☆ حضرت اعمشؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا معمول بھی بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر پڑھنے کا تھا۔ (قیام اللیل للمروزی ص ۱۵۷)

☆ حضرت حسن بصریؒ حضرت عبدالعزیز بن رفیعؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر پڑھاتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸۵)

☆ حضرت عطا بن ابی رباحؒ (جلیل القدر تابعی، تقریباً ۲۰۰ صحابۂ کرام کی زیارت کی ہے) فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں (صحابۂ کرام) کو بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر پڑھتے پایا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸۵)

☆ حضرت ابراہیم نخعیؒ (جلیل القدر تابعی، کوفہ کے مشہور ومعروف مفتی) فرماتے ہیں کہ لوگ رمضان میں پانچ ترویحہ سے بیس رکعات پڑھتے تھے۔ (کتاب الآثار بروایت ابی یوسف ص ۴۱)

☆ حضرت شتیر بن شکلؒ (تابعی، حضرت علیؓ کے شاگرد) لوگوں کو رمضان میں بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر پڑھاتے تھے۔ (السنن الکبری للبیہقی ج ۲ ص ۴۹۶)

☆ حضرت ابوبختریؒ (اہل کوفہ میں اپنا علمی مقام رکھتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عمر اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہم کے شاگرد تھے)۔ آپ کے بارے میں روایت ہے کہ آپ رمضان میں پانچ ترویحہ سے بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر پڑھاتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸۵)

☆ حضرت سوید بن غفلہ ؒ (حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ وغیرہ صحابہ کی زیارت کی ہے)۔آپ کے بارے میں ابوالخضیبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سوید بن غفلہ ؒ رمضان میں پانچ ترویحہ سے بیس رکعات تراویح پڑھاتے تھے۔ (السنن الکبری للبیہقی ج۲ص ۴۹۶)

نماز تراویح سے متعلق اکابرین امت کے اقوال

امام ابو حنیفہؒ: علامہ ابن رشدؒ لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے یہاں قیام رمضان بیس رکعات ہے۔(بدایہ المجتہد ج۱ص ۲۱۴) امام فخر الدین قاضی خانؒ لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ ؒ فرماتے ہیں کہ رمضان میں ہر رات بیس یعنی پانچ ترویحہ وتر کے علاوہ پڑھنا سنت ہے۔ (فتاوی قاضی خان ج۱ص۱۱۲) علامہ علاءالدین کاسانی حنفیؒ لکھتے ہیں کہ صحیح قول جمہور علماء کا یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق ؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ کی امامت میں صحابۂ کرام کو تراویح پڑھانے پر جمع فرمایا تو انہوں نے بیس رکعات تراویح پڑھائی اور صحابۂ کرام کی طرف سے اجماع تھا۔ (بدائع الصنائع)

امام مالکؒ: امام مالکؒ کے مشہور قول کے مطابق تراویح کی ۳۶ رکعات ہیں جبکہ ان کے ایک قول کے مطابق بیس رکعات سنت ہیں۔علامہ ابن رشد قرطبی مالکی ؒ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ نے ایک قول میں بیس رکعات تراویح کو پسند فرمایا ہے۔ (بدایہ المجتہد ج۱ص۲۱۴) مسجد حرام میں تراویح کی ہر چار رکعات کے بعد ترویحہ کے طور پر مکہ کے لوگ ایک طواف کرلیا کرتے تھے، جس پر مدینہ منورہ والوں نے ہر ترویحہ پر چار چار رکعت نفل پڑھنی شروع کردیں تو

اس طرح امام مالکؒ کی ایک رائے میں ۳۶ رکعات (۲۰ رکعات تراویح اور ۱۶ رکعات نفل) ہوگئیں۔

امام شافعیؒ: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے بیس رکعات تراویح پسند ہیں، مکہ مکرمہ میں بیس رکعات ہی پڑھتے ہیں۔ (قیام اللیل ص ۱۵۹) ایک دوسرے مقام پر امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شہر مکہ مکرمہ میں لوگوں کو بیس رکعات نماز تراویح پڑھتے پایا ہے۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۶۶) علامہ نووی شافعیؒ لکھتے ہیں کہ تراویح کی رکعت کے متعلق ہمارا (شوافع) مسلک وتر کے علاوہ دس سلاموں کے ساتھ ۲۰ رکعات کا ہے اور ۲۰ رکعات پانچ ترویحہ ہیں اور ایک ترویحہ ۴ رکعات کا دو سلاموں کے ساتھ، یہی امام ابوحنیفہؒ، ان کے اصحاب اور امام احمد بن حنبلؒ اور امام داؤد ظاہری کا مسلک ہے اور قاضی عیاضؒ نے ۲۰ رکعات تراویح کو جمہور علماء سے نقل کیا ہے۔ (المجموع)

امام احمد بن حنبلؒ: فقہ حنبلی کے ممتاز ترجمان علامہ ابن قدامہؒ لکھتے ہیں کہ امام ابوعبداللہ (احمد بن حنبلؒ) کا پسندیدہ قول بیس رکعات کا ہے اور حضرت سفیان ثوریؒ بھی یہی کہتے ہیں اور ان کی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت عمر فاروقؓ نے صحابہ کرام کو حضرت ابی بن کعبؓ کی اقتداء میں جمع کیا تو وہ بیس رکعات پڑھتے تھے، نیز حضرت امام احمد ابن حنبلؒ کا استدلال حضرت یزید و علیؓ کی روایات سے ہے۔ ابن قدامہؒ کہتے ہیں کہ یہ بمنزلہ اجماع کے ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ جس چیز پر حضور اکرم ﷺ کے صحابہ عمل پیرا رہے ہوں، وہی اتباع کے لائق ہے۔ (المغنی لابن قدامہ ج ۲ ص ۱۳۹، صلاۃ التراویح)

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ جمہور اہل علم کا مسلک وہی ہے جو حضرت علیؓ و حضرت عمرؓ

اور دیگر صحابۂ کرام سے منقول ہے کہ تراویح میں بیس رکعات ہیں، حضرت سفیان ثوریؒ، ابن مبارکؒ اور امام شافعیؒ کا بھی یہی مسلک ہے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اہل مکہ کو بیس رکعات پڑھتے دیکھا۔ (ترمذی، ما جاء فی قیام شہر رمضان) امام ترمذیؒ نے اس موقع پر تحریر کیا ہے کہ بعض حضرات مدینہ منورہ میں ۴۱ رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے۔ لیکن امام ترمذیؒ نے اہل مکہ یا اہل مدینہ میں سے ۸ تراویح پر کسی کا عمل نقل نہیں کیا۔ مسلم شریف کی سب سے مشہور و معروف شرح لکھنے والے علامہ نوویؒ جو ریاض الصالحین کے مصنف بھی ہیں، فرماتے ہیں کہ قیام رمضان سے مراد تراویح ہے اور تمام علماء متفق ہیں کہ یہ نماز اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے البتہ اس میں کچھ اختلاف ہے کہ گھر میں اکیلے پڑھنا بہتر ہے یا مسجد میں باجماعت؟ تو امام شافعیؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ، بعض مالکی اور دیگر حضرات فرماتے ہیں کہ باجماعت پڑھنا بہتر ہے چونکہ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرات صحابۂ کرام نے ایسا ہی کیا اور اس پر مسلسل عمل جاری ہے حتی کہ یہ مسلمانوں کی ظاہری علامات میں سے ایک علامت ہے۔ (شرح مسلم للنووی، ملخص: الترغیب فی قیام رمضان)۔۔ نیز علامہ نوویؒ فرماتے ہے کہ جان لو کہ نماز تراویح کے سنت ہونے پر تمام علماء کا اجماع ہے اور یہ ۲۰ رکعات ہیں جن میں ہر ۲ رکعت کے بعد سلام پھیرا جاتا ہے۔ (الاذکار ص ۸۳) علامہ عینیؒ (بخاری شریف کی شرح لکھنے والے) تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ کے زمانہ میں تراویح کی بیس رکعات پڑھی جاتی تھیں۔ (عینی ج ۷ ص ۱۷۸) شیخ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ تراویح بیس رکعات ہیں جن کا طریقہ معروف و مشہور ہے اور یہ سنت مؤکدہ ہے۔ (احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۳۲) شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ تراویح نبی اکرم ﷺ کی سنت

مبارکہ ہے اور یہ بیس رکعات ہیں ۔(غنیۃ الطالبین ص ۲۶۷، ۲۶۸) مولانا قطب الدین خان محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: اجماع ہوا صحابۂ کرام کا اس پر کہ تراویح کی بیس رکعات ہیں۔(مظاہر حق ج ا ص ۴۳۶)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی سب سے مشہور و معروف کتاب (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۶۷) میں تحریر کیا ہے کہ صحابۂ کرام اور تابعین کے زمانہ میں تراویح کی بیس رکعات مقرر ہوئی تھیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام اور تابعین نے قیام رمضان میں تین چیزیں زیادہ کی ہیں:

۱) مسجدوں میں جمع ہونا کیونکہ اس سے عوام وخواص پر آسانی ہوتی ہے۔

۲) اس کو شروع رات میں ادا کرنا جبکہ اخیر رات میں پڑھنا زیادہ افضل ہے جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس طرف اشارہ فرمایا۔

۳) تراویح کی تعداد بیس رکعات۔

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان مرحوم بھوپالیؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں جو طریقہ بیس رکعات پڑھانے کا ہوا، اس کو علماء نے اجماع کے مثل شمار کیا ہے۔ (عون الباری ج ۴ ص ۳۱۷)

حضرت عائشہؓ کی حدیث کا صحیح مفہوم

عَنْ اَبِی سَلْمیٰ بنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا کَیْفَ کَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِیْ رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا کَانَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ یَزِیْدُ فِیْ رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَیْرِہٖ عَلَی اِحْدَی عَشَرَةَ رَکْعَةً یُصَلِّیْ اَرْبَعاً فَلَا تَسْئَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ یُصَلِّیْ اَرْبَعاً فَلَا تَسْئَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ یُصَلِّیْ ثَلَاثاً. قَالَتْ یَارَسُولَ اللّٰهِ اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوتِرَ فَقَالَ: یَا عَائِشَةَ! اِنَّ عَیْنِیْ تَنَامَانِ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ. (بخاری۔کتاب التہجد)

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اکرم ﷺ کی رمضان میں نماز کی کیا کیفیت ہوا کرتی تھی؟ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔آپ ﷺ پہلے چار رکعت ادا کرتے تھے اور ان کی خوبی اور ان کی لمبائی کے بارے میں مت پوچھو(کہ وہ کتنی خوب اور کتنی لمبی ہوا کرتی تھیں) پھر آپ چار رکعات اسی طرح پڑھا کرتے تھے۔ پھر تین رکعات وتر پڑھا کرتے تھے۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں، میرا دل نہیں سوتا۔

﴿وضاحت﴾:حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا اصل تعلق تہجد کی نماز سے ہے اور تہجد اور تراویح دو الگ الگ نمازیں ہیں، یہی جمہور علماء کا مسلک ہے۔

اس حدیث میں حضور اکرم ﷺ کی نماز کی کیفیت بیان کی گئی کہ آپ ﷺ پہلے خوب لمبے قیام ورکوع وسجدہ والی چار رکعات ادا کرتے تھے پھر خوب لمبے قیام ورکوع وسجدہ والی چار رکعت ادا کرتے تھے اور پھر تین رکعات وتر پڑھا کرتے تھے۔ حدیث کے الفاظ سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ سوال اور جواب کا اصل مقصد حضور اکرم ﷺ کی نماز کی کیفیت کو بیان کرنا ہے نہ کہ تعداد رکعت کو۔ بعض حضرات نے تہجد اور تراویح کی نماز کو ایک سمجھ کر حدیث میں وارد گیارہ میں سے آٹھ کے لفظ کو تراویح کے لئے لے لیا لیکن گیارہ رکعات پڑھنے کی کیفیت اور تین رکعت وتر کو نظر انداز کر دیا۔

اگر نمازِ تہجد اور نمازِ تراویح ایک ہی نماز ہے اور تراویح کے آٹھ رکعات ہونے کی یہی حدیث دلیل ہے تو چاہئے کہ اس حدیث کے تمام اجزاء پر عمل کیا جائے اور اس میں بیان کردہ پوری کیفیت کے ساتھ نماز تراویح ادا کی جائے یا کم از کم اس کے مسنون ہونے کو بیان کیا جائے۔ مگر اس حدیث سے صرف آٹھ کا لفظ تو لے لیا مگر آٹھ رکعات نماز کی کیفیت کو چھوڑ دیا کیونکہ اس میں لمبی لمبی چار چار رکعات پڑھنے کا ذکر ہے اور تین رکعات وتر کا ذکر ہے۔ وتر کے لئے تین کے لفظ کو چھوڑ کر صرف ایک ہی رکعت وتر کو اپنی سہولت کے لئے اختیار کر لیا۔ اس حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ آٹھ رکعت پڑھنے کے بعد سو جاتے پھر وتر پڑھتے تھے، حالانکہ ماہِ رمضان میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت سے سارے حضرات نماز عشاء کے ساتھ تراویح پڑھنے کے فوراً بعد وتر جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ بخاری کی اس حدیث کے صرف آٹھ کے لفظ کو لے کر باقی تمام امور چھوڑنا یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پر عمل کرنا نہیں ہوا بلکہ اپنے اسلاف کی قرآن وحدیث فہمی پر قناعت کرنا ہے، حالانکہ بخاری میں

ہی حضرت عائشہؓ کی دوسری حدیث ہے: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ يُصَلِّيْ إِذَا سَمِعَ النِّدَا بِالصُّبْحِ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ (باب ما يقرأ في ركعتي الفجر) یعنی اللہ کے رسول ﷺ تہجد کی نماز تیرہ رکعات پڑھتے تھے اور جب فجر کی اذان سنتے تو دو ہلکی رکعت ادا کرتے (یعنی فجر کی سنت)۔غور فرمائیں کہ گیارہ رکعات والی حدیث بھی بخاری میں ہے اور تیرہ رکعات والی حدیث بھی بخاری میں ہے اور دونوں حدیثیں حضرت عائشہؓ سے ہی مروی ہیں تو سمجھ میں نہیں آتا کہ گیارہ رکعات والی حدیث میں سے لفظ آٹھ کو تو لے لیا اور تیرہ رکعت والی حدیث کو بالکل ہی چھوڑ دیا، حالانکہ تیرہ رکعات والی حدیث میں کـــان کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو عربی زبان میں ماضی استمرار کے لئے ہے یعنی آپ ﷺ تیرہ رکعات پڑھا کرتے تھے۔نمازِ تہجد اور نماز تراویح کو ایک کہنے والے حضرات قرآن وحدیث کی روشنی میں دونوں احادیث میں تطبیق دینے سے قاصر ہیں۔

جب پوچھا جاتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی آٹھ رکعات والی حدیث میں تو چار چار رکعات پڑھنے کا تذکرہ ہے لیکن عمل دو دو رکعت پڑھنے کا ہے تو جواب میں دوسری حدیث کا حوالہ دیا جاتا ہے جس میں نماز تہجد کو دو دو رکعت پڑھنے کا تذکرہ ہے اور وہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث ہے جو بخاری (کتاب الوتر) ہی میں ہے: ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَوْتَر۔ حضور اکرم ﷺ نے وضو وغیرہ سے فارغ ہوکر نماز تہجد پہلے دو رکعت ادا کی، پھر دو رکعت ادا کی، پھر دو رکعت ادا کی، پھر دو رکعت ادا کی، پھر دو رکعت ادا کی، پھر دو رکعت ادا کی، پھر وتر پڑھے۔ بخاری کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نمازِ وتر کے علاوہ دو دو رکعت کرکے تہجد کی کل بارہ رکعات

ادا فرماتے۔ آٹھ رکعت تراویح کا موقف رکھنے والے حضرات کے نزدیک تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے تو ان احادیث میں تطبیق کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ غرضیکہ حضرت عائشہؓ کی پہلی حدیث سے آٹھ کا لفظ لیا اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی اس حدیث سے دو دو رکعت پڑھنے کو لیا تو نہ تو حضرت عائشہؓ کی حدیث پر عمل ہوا اور نہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث پر عمل ہوا بلکہ اپنے اسلاف کی تقلید ہوئی، حالانکہ یہ تینوں احادیث صحیح بخاری کی ہی ہیں۔ معلوم ہوا کہ نمازِ تراویح اور نمازِ تہجد کو ایک قرار دینا ہی غلط ہے کیونکہ اس کا ثبوت دلائل شرعیہ سے نہیں دیا جاسکتا ہے۔ چاروں ائمہ میں سے کوئی بھی دونوں نمازوں کو ایک قرار دینے کا قائل نہیں ہے۔ امام بخاریؒ تو تراویح کے بعد تہجد بھی پڑھا کرتے تھے، امام بخاریؒ تراویح باجماعت پڑھا کرتے تھے اور پورے رمضان میں تراویح میں ایک مرتبہ قرآن ختم کرتے تھے، جب کہ تہجد کی نماز امام بخاریؒ تنہا پڑھا کرتے تھے اور تہجد میں ہر تین رات میں ایک قرآن کریم ختم کیا کرتے تھے۔ (امام بخاریؒ کے اس عمل کی تفصیلات پڑھنے کے لئے صحیح بخاری کی سب سے مشہور و معروف شرح "فتح الباری" کے مقدمہ کا مطالعہ فرمائیں)۔

بس بات صحیح یہی ہے کہ نماز تراویح اور نماز تہجد دو الگ الگ نمازیں ہیں، تہجد کی نماز تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے متعین ہوئی ہے، سورۂ المزمل کی ابتدائی آیات (یَاأَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّیْلَ إِلَّا قَلِیْلًا ......) پڑھ لیں۔ جبکہ تراویح کا عمل حضور اکرم ﷺ کے فرمان سے مشروع ہوا ہے جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: سَنَنْتُ لَهُ قِیَامَهُ (نسائی، ابن ماجہ) تراویح کا عمل میں نے مسنون قرار دیا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں جماعت کے ساتھ بیس رکعات کا باقاعدہ اہتمام کے ساتھ شروع ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے، جیسا کہ محدثین

وعلماء کرام کے اقوال حوالوں کے ساتھ اوپر تحریر کئے جا چکے ہیں۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث کا تعلق تہجد کی نماز سے ہے جو آپ ﷺ کبھی کم، کبھی زیادہ پڑھا کرتے تھے۔

ایک شبہ کا ازالہ:

بعض حضرات نے ابن خزیمہ وابن حبان میں وارد حضرت جابرؓ کی روایت سے ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے رمضان میں ۸ رکعات تراویح پڑھیں۔ حالانکہ یہ روایت اس قدر ضعیف ومنکر ہے کہ اس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس میں ایک راوی عیسیٰ بن جاریہ ہے جس کی بابت محدثین نے تحریر کیا ہے کہ اسکے پاس منکر روایات ہیں۔ متعدد احادیث ہمارے پاس بھی موجود ہیں جس میں مذکور ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ۲۰ رکعات تراویح پڑھیں: حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ بیشک نبی اکرم ﷺ ماہِ رمضان میں بلا جماعت بیس رکعات اور وتر پڑھتے تھے۔ (بیہقی، ج ۱ ص ۴۹۶، اس حدیث کو طبرانی نے کبیر میں، ابن عدی نے مسند میں اور علامہ بغوی نے مجمع صحابہ میں ذکر کیا ہے) (زجاجۃ المصابیح)۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے امام رافعی کے واسطہ سے نقل کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے لوگوں کو بیس رکعات دو راتیں پڑھائیں پھر تیسری رات کو لوگ جمع ہو گئے، مگر آپ باہر تشریف نہیں لائے۔ پھر صبح کو فرمایا کہ مجھے اندیشہ تھا کہ یہ تمہارے اوپر فرض نہ ہو جائے اور تم اس کو ادا نہ کرسکو، اس لئے باہر نہیں آیا۔

دوسرے شبہ کا ازالہ:

بعض حضرات نے ایک روایت کی بنیاد پر تحریر کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے گیارہ رکعات تراویح کا حکم دیا تھا۔ یہ حدیث تین طرح سے منقول ہے اور حدیث کی سند میں شدید

ضعف بھی ہے۔۔۔ نیز حضرت عمر فاروق ؓ کے زمانہ میں بیس رکعات تراویح پڑھی گئیں، یہ بات سورج کی روشنی کی طرح محدثین واکابرین امت نے تسلیم کی ہے، جیسا کہ محدثین وعلماء کرام کے اقوال' حوالوں کے ساتھ اوپر تحریر کئے جا چکے ہیں۔ لہذا اس حقیقت کا انکار کرنا صرف ہٹ دھرمی ہے۔ امام ترمذیؒ، امام غزالیؒ، علامہ نوویؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، علامہ ابن قدامہؒ، علامہ ابن تیمیہؒ اور مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان مرحوم پھوپالیؒ نے بھی وضاحت کے ساتھ اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے۔ مشہور غیر مقلد عالم مفتی محمد حسین بٹالوی ؒ نے جب پہلی دفعہ ۱۲۸۴ھ میں باضابطہ طور پر فتوی جاری کیا کہ آٹھ رکعت تراویح سنت اور بیس رکعت بدعت ہے تو اس انوکھے فتوے کی ہر طرف سے مخالفت کی گئی۔ مشہور غیر مقلد بزرگ عالم مولانا غلام رسولؒ صاحب نے خود اس فتویٰ کی سخت کلمات میں مذمت کی اور اس کو سینہ زوری قرار دیا۔ (رسالۂ تراویح ص ۲۸، ۵۶)

تیسرے شبہ کا ازالہ:

کچھ حضرات کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کے اقوال میں اگر کوئی تضاد ہو تو صحابہ کے اقوال کو چھوڑ کر نبی اکرم ﷺ کے قول کو لیا جائے گا۔ اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں، اگر کوئی اِس میں شک بھی کرے تو اُسے اپنے ایمان کی تجدید کرنی ہوگی۔ لیکن یہاں کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے اقوال وافعال میں کہیں بھی تراویح کی کوئی واضح معین تعداد مذکور نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی سنتوں سے صحابۂ کرام کو ہم سے زیادہ محبت تھی۔ اور دین میں نئی بات پیدا کرنے سے صحابۂ کرام ہم سے زیادہ ڈرنے والے تھے۔

حرمین میں ۲۰ رکعات تراویح

سعودی عرب کے عالم، مسجد نبوی کے مشہور مدرس اور مدینہ منورہ کے سابق قاضی الشیخ عطیہ محمد سالم ؒ (متوفی ۱۹۹۹) نے نماز تراویح کی چودہ سو سالہ تاریخ پر عربی زبان میں ایک مستقل کتاب (التراویح اکثر من الف عام فی المسجد النبوی) لکھی ہے۔ کتاب کے مقدمہ میں تصنیف کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مسجد نبوی میں نماز تراویح ہورہی ہوتی ہے تو بعض لوگ آٹھ رکعات پڑھ کر ہی رک جاتے ہیں، ان کا یہ گمان ہے کہ آٹھ رکعات تراویح پڑھنا بہتر ہے اور اس سے زیادہ جائز نہیں ہے، اس طرح یہ لوگ مسجد نبوی میں بقیہ تراویح کے ثواب سے محروم رہتے ہیں۔ ان کی اس محرومی کو دیکھ کر بہت افسوس ہوتا ہے، لہذا میں یہ کتاب لکھ رہا ہوں تاکہ ان لوگوں کے شک وشبہات ختم ہوں اور ان کو بیس رکعات تراویح پڑھنے کی توفیق ہوجائے۔ اس کتاب میں ۱۴۰۰ سالہ تاریخ پر مدلل بحث کرنے کے بعد شیخ عطیہ محمد سالم ؒ لکھتے ہیں: اس تفصیلی تجزیہ کے بعد ہم اپنے قراء سے اولاً تو یہ پوچھنا چاہیں گے کہ کیا ایک ہزار سال سے زائد اس طویل عرصہ میں کسی ایک موقع پر بھی یہ ثابت ہے کہ مسجد نبوی میں مستقل آٹھ تراویح پڑھی جاتی تھیں؟ یا چلیں بیس سے کم تراویح پڑھنا ہی ثابت ہو؟ بلکہ ثابت تو یہ ہے کہ پورے چودہ سو سالہ دور میں بیس یا اس سے زائد ہی پڑھی جاتی تھیں۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا کسی صحابی یا ماضی کے کسی ایک عالم نے بھی یہ فتویٰ دیا کہ ۸ سے زائد تراویح جائز نہیں ہیں اور اس نے حضرت عائشہ ؓ کی حدیث کو اس فتوے کی بنیاد بنایا ہو؟ یقیناً تراویح فرض نہیں ہے، لہذا اگر کوئی صرف ۴ رکعات ہی پڑھے تو اسے ۸ یا ۲۰ پڑھنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا ہے، لیکن رمضان کی راتوں میں زیادہ سے زیادہ عبادت مطلوب ہونے کی وجہ سے ۲۰ پڑھنا ہی زیادہ بہتر ہے۔

شب قدر کی فضیلت

رمضان کی راتوں میں ایک رات' شبِ قدر کہلاتی ہے جو بہت ہی خیر و برکت والی رات ہے اور جس میں عبادت کرنے کو قرآن کریم (سورۃ القدر) میں ہزار مہینوں سے افضل بتلایا گیا ہے۔ ہزار مہینوں کے ۸۳ سال اور ۴ ماہ ہوتے ہیں۔ گویا اِس رات کی عبادت پوری زندگی کی عبادت سے زیادہ بہتر ہے۔ اور ہزار مہینوں سے کتنا زیادہ ہے؟ یہ صرف اللہ ہی کو معلوم ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رات رمضان کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے۔ لہذا اِس آخری عشرہ کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہونے دیں۔ پانچوں نمازوں کو باجماعت پڑھنے کا اہتمام کریں، دن میں روزہ رکھیں، رات کا بڑا حصہ عبادت میں گزاریں، تراویح اور تہجد کا اہتمام کریں، اللہ کا ذکر کریں، دعائیں کریں اور قرآن کی تلاوت زیادہ سے زیادہ کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ ۔ وَمَآ اَدۡرٰىکَ مَا لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ ۔ لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ، خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ ۔ تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِکَةُ وَالرُّوۡحُ فِیۡهَا بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ مِّنۡ کُلِّ اَمۡرٍ ۔ سَلٰمٌ، هِیَ حَتّٰی مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ ۔ بے شک ہم نے قرآن پاک کو شبِ قدر میں اتارا ہے، یعنی قرآن کریم کو لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر اِس رات میں اتارا ہے۔ آپ کو کچھ معلوم بھی ہے کہ شب قدر کیسی عظیم الشان ہے، یعنی اس رات کی بڑائی اور فضیلت کا آپ کو علم بھی ہے، کتنی خوبیاں اور کس قدر فضائل اس میں ہیں۔ اس کے بعد چند فضائل کا ذکر فرماتے ہیں، شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے، یعنی ہزار مہینوں تک عبادت کرنے کا جتنا ثواب ہے اس سے زیادہ شبِ قدر کی عبادت کا ہے اور کتنا زیادہ ہے؟ یہ اللہ ہی کو معلوم ہے۔ اس رات میں فرشتے اور حضرت

جبرئیل اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر زمین کی طرف اترتے ہیں۔ اور یہ خیر وبرکت فجر کے طلوع ہونے تک رہتی ہے۔

سورۃ العلق کی ابتدائی چند آیات (اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَق ....) سے قرآن کریم کے نزول کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد آنے والی سورۃ القدر میں بیان کیا کہ یہ قرآن کریم رمضان کی بابرکت رات میں اترا ہے، جیسا کہ سورۃ الدخان کی آیت ۳ (اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبَارَکَةٍ) اور سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۸۵ (شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فیه القرآن) میں یہ مضمون صراحت کے ساتھ موجود ہے۔

شب قدر کے دو معنی ہیں اور دونوں ہی یہاں مقصود ہیں۔ ایک یہ کہ یہ وہ رات ہے جس میں تقدیروں کے فیصلے کئے جاتے ہیں جیسا کہ سورۃ الدخان آیت ۴ میں ہے: فِیْھَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ یعنی اسی رات میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ یہ بڑی قدر و منزلت اور عظمت و شرف والی رات ہے۔

اس رات میں قرآن کریم کے نازل ہونے کا مطلب لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا پر اترنا ہے یا اس رات میں پورا قرآن کریم حامل وحی فرشتوں کے حوالہ کیا جانا مراد ہے یا یہ مطلب ہے کہ قرآن کریم کے نزول کی ابتدا اس رات میں ہوئی اور پھر واقعات اور حالات کے مطابق وقتاً فوقتاً ۲۳ سال کے عرصہ میں نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوا۔

شب قدر کی فضیلت احادیث کی روشنی میں:

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص شبِ قدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (عبادت کے لئے) کھڑا ہو، اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (بخاری)

ومسلم)۔۔۔کھڑے ہونے کا مطلب: نماز پڑھنا، تلاوتِ قرآن اور ذکر وغیرہ میں مشغول ہونا ہے۔ثواب کی امید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ شہرت اور دکھاوے کے لئے نہیں بلکہ خالص اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے عمل کرنا ہے۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے اوپر ایک مہینہ آیا ہے جس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا گویا سارے ہی خیر سے محروم رہ گیا اور اس کی بھلائی سے محروم نہیں رہتا مگر وہ شخص جو حقیقۃً محروم ہی ہے۔ (ابن ماجہ)

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شبِ قدر کو رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کیا کرو۔ (بخاری) (مذکورہ حدیث کے مطابق شب قدر کی تلاش ۲۱ ویں، ۲۳ ویں، ۲۵ ویں، ۲۷ ویں، ۲۹ ویں راتوں میں کرنی چاہیئے)۔ بعض احادیث سے شب قدر کا ۲۷ ویں شب میں ہونے کا اشارہ ملتا ہے، البتہ دیگر احادیث میں دوسری رات کا بھی ذکر ملتا ہے، لہذا ہمیں آخری عشرہ کی ہر رات میں عبادت کرنی چاہیئے۔

☆ حضرت عائشہؓ نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ اگر مجھے شب قدر کا پتہ چلے تو کیا دعا مانگوں؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پڑھو: اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي (اے اللہ تو بیشک معاف کرنے والا ہے اور پسند کرتا ہے معاف کرنے کو، پس مجھے بھی معاف فرمادے) (مسند احمد، ابن ماجہ، ترمذی)

شب قدر کی دو اہم علامتیں:

شب قدر کی دو اہم علامتیں کتب احادیث میں مذکور ہیں: ایک یہ کہ (موسم کے لحاظ سے) رات نہ بہت زیادہ گرم اور نہ بہت زیادہ ٹھنڈی ہوتی ہے اور دوسری علامت یہ ہے کہ شب قدر کے

بعد صبح کو سورج کے طلوع ہونے کے وقت سورج کی شعاعیں یعنی کرنیں نہیں ہوتی ہیں۔

نوٹ: اختلافِ مطالع کے سبب مختلف ملکوں اور شہروں میں شبِ قدر مختلف دنوں میں ہو تو اس میں کوئی اشکال نہیں کیونکہ ہر جگہ کے اعتبار سے جو رات شبِ قدر قرار پائے گی اُس جگہ اُسی رات میں شبِ قدر کی برکات حاصل ہوں گی، انشاءاللہ۔

اعتکاف کے فضائل مسائل اور احکام

اعتــکــــاف: ثواب کی نیت سے مسجد میں ٹھہرنے کو اعتکاف کہا جاتا ہے۔اعتکاف میں انسان دنیاوی مشاغل چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے در یعنی مسجد کا رخ کرتا ہے۔ پوری توجہ کے ساتھ عبادت میں مشغول رہنے سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو خاص تعلق اور قربت پیدا ہوتی ہے وہ تمام عبادتوں میں ایک نرالی شان رکھتی ہے۔

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں:

مسنون اعتکاف: یہ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف ہے جو سنت علی الکفایہ ہے یعنی محلّہ میں اگر ایک شخص بھی اعتکاف کرلے تو سب کے ذمہ سے ساقط ہوجائے گا ورنہ سب ترکِ سنت کے گناہ گار ہوں گے۔ رمضان المبارک کی بیس تاریخ کو سورج غروب ہونے سے کچھ پہلے اعتکاف شروع کیا جاتا ہے اور عید کا چاند نظر آنے تک جاری رہتا ہے۔اس اعتکاف کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے تقرب کے ساتھ شب قدر کی عبادت حاصل ہوجاتی ہے جس میں عبادت کرنا اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق ہزار مہینوں یعنی ۸۳ سال کی عبادت سے بھی زیادہ بہتر ہے۔۲ ہجری میں روزہ کی فرضیت کے بعد سے وفات تک نبی اکرم ﷺ نے ہمیشہ رمضان میں اعتکاف فرمایا۔

واجب اعتکاف: یہ نذر ماننے کی وجہ سے لازم ہوتا ہے: مثلاً کوئی شخص کہے کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو میں اتنے دن کا اعتکاف کروں گا۔ نذر کے لئے روزہ کے ساتھ کم ازکم ایک دن کا اعتکاف ضروری ہوتا ہے۔

مستحب اعتکاف: جب بھی آدمی مسجد میں داخل ہو تو یہ نیت کرلے کہ جب تک میں اس مسجد

میں رہوں گا اعتکاف کی نیت کرتا ہوں۔اس اعتکاف میں وقت اور روزہ کی کوئی پابندی نہیں ہے۔مسجد سے نکلنے پر اعتکاف ختم ہوجاتا ہے۔

مسنون اعتکاف سے متعلق بعض احادیث نبویہ:

☆ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے رمضان کے پہلے عشرہ میں اعتکاف فرمایا اور پھر دوسرے عشرہ میں بھی، پھر خیمہ سے جس میں اعتکاف فرما رہے تھے، باہر سر نکال کر ارشاد فرمایا کہ میں نے پہلے عشرہ کا اعتکاف شب قدر کی تلاش اور اہتمام کی وجہ سے کیا تھا پھر اسی کی وجہ سے دوسرے عشرہ میں کیا، پھر مجھے کسی (یعنی فرشتہ) نے بتایا کہ وہ رات آخری عشرہ میں ہے، لہذا جو لوگ میرے ساتھ اعتکاف کر رہے ہیں وہ آخری عشرہ کا بھی اعتکاف کریں۔ (بخاری مسلم)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے، وفات تک آپ کا یہ معمول رہا۔آپ ﷺ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات اہتمام سے اعتکاف کرتی رہیں۔ (بخاری و مسلم)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے لیکن جس سال آپ ﷺ کی وفات ہوئی اس سال آپ ﷺ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔ (بخاری)

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اعتکاف کرنے والے کے لئے فرمایا کہ وہ (اعتکاف کی وجہ سے مسجد میں مقید ہوجانے کی وجہ سے) گناہوں سے بچا رہتا ہے اور اس کے لئے نیکیاں اتنی ہی لکھی جاتی ہیں جتنی کرنے والے کے

لئے (یعنی اعتکاف کرنے والا بہت سے نیک اعمال مثلاً جنازہ میں شرکت، مریض کی عیادت وغیرہ سے اعتکاف کی وجہ سے رکا رہتا ہے، ان اعمال کا اجر وثواب اعتکاف کرنے والے کو کئے بغیر بھی ملتا رہتا ہے)۔ (ابن ماجہ)

اعتکاف کے بعض اہم مسائل واحکام:

☆ معتکف کو بلا ضرورت شرعیہ وطبعیہ اعتکاف والی مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے۔

☆ معتکف کے متعلقین میں سے کوئی سخت بیمار ہو جائے یا کسی کی وفات ہو جائے یا کوئی بڑا حادثہ پیش آجائے یا معتکف خود ہی سخت بیمار ہو جائے یا اسکی جان ومال کو خطرہ لاحق ہو جائے تو معتکف کے مسجد سے چلے جانے سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا لیکن ایسی مجبوری میں چلے جانے سے گناہ نہیں ہوگا ان شاء اللہ۔ البتہ بعد میں قضا کرنی چاہیئے۔

صدقۂ فطر کے فضائل، مسائل اور احکام

زکاۃ کی دو قسمیں ہیں: زکاۃ المال: یعنی مال کی زکاۃ جو مال کی ایک خاص مقدار پر فرض ہے۔ زکاۃ الفطر: یعنی بدن کی زکاۃ، اس کو صدقۂ فطر کہا جاتا ہے۔

صدقۂ فطر کیا ھے: فطر کے معنی روزہ کھولنے یا روزہ نہ رکھنے کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں اُس صدقہ کا نام صدقۂ فطر ہے جو ماہِ رمضان کے ختم ہونے پر روزہ کھل جانے کی خوشی اور شکریہ کے طور پر ادا کیا جاتا ہے، نیز صدقۂ فطر رمضان کی کوتاہیوں اور غلطیوں کا کفارہ بھی بنتا ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (زَكَاةُ الْفِطْرِ طُهْرَةٌ لِّلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةٌ لِّلْمَسَاكِينِ) صدقۂ فطر روزہ دار کی بے کار بات اور فحش گوئی سے روزے کو پاک کرنے کے لئے اور مساکین کو کھانا کھلانے کے لئے مقرر کیا ہے۔ (ابوداود ح ۱۶۰۶، ابن ماجہ ح ۱۸۷۲)

صدقۂ فطر مقرر ھونے کی وجه: عیدالفطر میں صدقہ اِس واسطے مقرر کیا گیا ہے کہ اِس میں روزہ داروں کے لئے گناہوں سے پاکیزگی اور اُن کے روزوں کی تکمیل ہے۔ نیز مالداروں کے گھروں میں تو اُس روز عید ہوتی ہے، مختلف قسم کے پکوان پکتے ہیں، اچھے کپڑے پہنے جاتے ہیں، جبکہ غریبوں کے گھروں میں بوجہ غربت اسی طرح روزہ کی شکل موجود ہوتی ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے مالدار اور اچھے کھاتے پیتے لوگوں پر لازم ٹھہرایا کہ غریبوں کو عید سے پہلے صدقۂ فطر دے دیں تاکہ وہ بھی خوشیوں میں شریک ہوسکیں، وہ بھی اچھا کھا پی سکیں اور اچھا پہن سکیں۔

صدقۂ فطر کا وجوب: متعدد احادیث سے صدقۂ فطر کا وجوب ثابت ہے، اختصار کے مدنظر تین احادیث پر اکتفاء کررہا ہوں:

☆☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقۂ فطر مسلمانوں پر واجب قرار دیا ہے خواہ وہ غلام ہو یا آزاد، مرد ہو یا عورت، چھوٹا ہو یا بڑا۔ (بخاری ومسلم) ☆☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ اپنے روزوں کا صدقہ نکالو۔ (ابوداود)

☆☆ اسی طرح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ کی گلیوں میں ایک منادی کو اعلان کرنے کے لئے بھیجا کہ صدقۂ فطر ہر مسلمان پر واجب ہے خواہ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، چھوٹا ہو یا بڑا۔ (ترمذی)

صدقۂ فطر کس پر واجب ہے: امام ابوحنیفہؒ کی رائے کے مطابق جو مسلمان اتنا مالدار ہو کہ ضروریات سے زائد اُس کے پاس اُتنی قیمت کا مال واسباب موجود ہو جتنی قیمت پر زکاۃ واجب ہوتی ہے تو اُس پر عیدالفطر کے دن صدقۂ فطر واجب ہوگا، چاہے وہ مال واسباب تجارت کے لئے ہو یا نہ ہو، چاہے اُس پر سال گزرے یا نہیں۔ غرضیکہ صدقۂ فطر کے وجوب کے لئے زکاۃ کے فرض ہونے کی تمام شرائط کا پایا جانا ضروری نہیں ہے۔ دیگر علماء کے نزدیک صدقۂ فطر کے وجوب کے لئے نصاب زکاۃ کا مالک ہونا بھی شرط نہیں ہے یعنی جس کے پاس ایک دن اور ایک رات سے زائد کی خوراک اپنے اور زیر کفالت لوگوں کے لئے ہو تو وہ اپنی طرف سے اور اپنے اہل وعیال کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرے۔

صدقۂ فطر کے واجب ہونے کا وقت: عیدالفطر کے دن صبح ہوتے ہی

یہ صدقہ واجب ہوجاتا ہے۔لہذا جو شخص صبح ہونے سے پہلے ہی انتقال کرگیا تو اُس پر صدقۂ فطر واجب نہیں ہوااور جو بچہ صبح سے پہلے پیدا ہوا تو اُس کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کیا جائے گا

صدقۂ فطر کی ادائیگی کا وقت: صدقۂ فطر کی ادائیگی کا اصل وقت عید الفطر کے دن نمازِ عید سے پہلے ہے البتہ رمضان کے آخر میں کسی بھی وقت ادا کیا جا سکتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ صدقۂ فطر نماز کیلئے جانے سے قبل ادا کر دیا جائے۔ (بخاری ح ۱۵۰۹ و مسلم ح ۲۲۸۵) حضرت نافعؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما گھر کے چھوٹے بڑے تمام افراد کی طرف سے صدقۂ فطر دیتے تھے حتیٰ کہ میرے بیٹوں کی طرف سے بھی دیتے تھے اور عید الفطر سے ایک یا دو دن پہلے ہی ادا کر دیتے تھے۔ (بخاری ح ۱۵۱۱) نمازِ عید الفطر کی ادائیگی تک صدقۂ فطر ادا نہ کرنے کی صورت میں نمازِ عید کے بعد بھی قضا کے طور پر دے سکتے ہیں لیکن اتنی تاخیر کرنا بالکل مناسب نہیں ہے کیونکہ اِس سے صدقۂ فطر کا مقصود ومطلوب ہی فوت ہوجا تا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کے الفاظ ہیں کہ جس نے اسے نماز عید سے پہلے ادا کر دیا تو یہ قابل قبول زکاۃ (صدقۂ فطر) ہوگی اور جس نے نماز کے بعد اسے ادا کیا تو وہ صرف صدقات میں سے ایک صدقہ ہی ہے۔ (ابوداود ح ۱۶۰۶) لہذا نماز عید سے قبل ہی صدقۂ فطر ادا کریں۔

صدقۂ فطر کی مقدار: کھجور اور کشمش کو صدقۂ فطر میں دینے کی صورت میں علماء امت کا اتفاق ہے کہ اس میں ایک صاع (نبی اکرم ﷺ کے زمانہ کا ایک پیمانہ) صدقۂ فطر ادا کرنا ہے البتہ گیہوں کو صدقۂ فطر میں دینے کی صورت میں اس کی مقدار کے متعلق علماء

امت میں زمانۂ قدیم سے اختلاف چلا آرہا ہے۔ اکثر علماء کی رائے ہے کہ گیہوں میں آدھا صاع صدقۂ فطر میں ادا کیا جائے۔ حضرت عثمان، حضرت ابو ہریرہ، حضرت جابر، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہم سے صحیح سندوں کے ساتھ گیہوں میں آدھا صاع مروی ہے۔ ہندوستان و پاکستان کے علماء بھی مندرجہ ذیل احادیث کی روشنی میں فرماتے ہیں کہ صدقۂ فطر میں گیہوں آدھا صاع ہے، یہی رائے مشہور ومعروف تابعی حضرت امام ابوحنیفہؒ کی ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے بھی تحریر کیا ہے کہ صدقۂ فطر میں آدھا صاع گیہوں نکالنا کافی ہے۔ (الاختیارات الفقیہ ص ۱۸۳)

صدقۂ فطر میں آدھا صاع گیہوں کے دلائل :

☆ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم جَو یا کھجور یا کشمش سے ایک صاع صدقۂ فطر دیا کرتے تھے یہاں تک کہ حضرت امیر معاویہؓ مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگوں نے گیہوں سے صدقۂ فطر نکالنے کے سلسلہ میں ان سے گفتگو کی تو آپ نے فرمایا کہ گیہوں سے صدقۂ فطر میں آدھا صاع دیا جائے، چنانچہ لوگوں نے اسی کو معمول بنالیا۔ (بخاری ومسلم) مسلم کی سب سے زیادہ مشہور ومعروف شرح لکھنے والے، ریاض الصالحین کے مصنف امام نووی ؒ مسلم کی شرح میں تحریر کرتے ہیں کہ اسی حدیث کی بنیاد پر حضرت امام ابوحنیفہؒ اور دیگر فقہاء نے گیہوں سے آدھے صاع کا فیصلہ کیا ہے۔

☆ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: گیہوں کے ایک صاع سے دو آدمیوں کا صدقۂ فطر ادا کرو۔ کھجور اور جو کے ایک صاع سے ایک آدمی کا صدقۂ فطر ادا کرو۔ (دارقطنی، مسند احمد)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے صدقۂ فطر میں ایک

صاع کھجور یا ایک صاع جَو ضروری قرار دی۔ صحابۂ کرام نے گیہوں کے آدھے صاع کو اس کے برابر قرار دیا۔ (بخاری و مسلم) ☆ حضرت جابر بن عبداللہ ؓ فرماتے ہیں کہ صدقۂ فطر ہر چھوٹے بڑے اور آزاد و غلام پر گیہوں کا آدھا صاع اور کھجور و جو کا ایک صاع ضروری ہے۔ (اخرجہ عبدالرزاق) ☆ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا صدقۂ فطر میں گیہوں کا آدھا صاع اور کھجور و جو کا ایک صاع ادا کرتی تھیں۔ (اخرجہ ابن ابی شیبہ)

☆☆☆ غرضیکہ اکثر علماء کے قول کے مطابق جو یا کھجور یا کشمش کا ایک صاع (تقریباً ساڑھے تین کیلو) یا گیہوں کا نصف صاع (تقریباً پونے دو کیلو) یا اسکی قیمت صدقۂ فطر میں ادا کرنی چاہئے، غرضیکہ ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق ادا کردے۔

کیا غلہ واناج کے بدلے قیمت دی جاسکتی ہے؟

حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام بخاریؒ، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، حضرت حسن بصریؒ، اور علماء احناف نے تحریر کیا ہے کہ غلہ واناج کی قیمت بھی صدقۂ فطر میں دی جاسکتی ہے۔ زمانہ کی ضرورت کو دیکھتے ہوئے اب تقریباً تمام ہی مکاتبِ فکر کا اتفاق ہے کہ عصر حاضر میں غلہ واناج کے بدلے قیمت بھی دی جاسکتی ہے۔ صدقۂ فطر میں گیہوں کی قیمت دینے والے حضرات تقریباً پونے دو کیلو گیہوں کی قیمت بازار کے بھاؤ کے اعتبار سے ادا کریں اور جو مالدار حضرات کھجور یا کشمش سے صدقۂ فطر ادا کرنا چاہیں تو وہ ایک صاع یعنی تقریباً ساڑھے تین کیلو کی قیمت ادا کریں، اس میں غریبوں کا فائدہ ہے۔

صدقۂ فطر کے مستحق کون ہیں؟

صدقۂ فطر غریب وفقیر مساکین کو دیا جائے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی

حدیث میں گزرا (طُعۡمَةٌ لِّلۡمَسَاكِين)۔

صدقۂ فطر سے متعلق چند مسائل:

☆ ایک شہر سے دوسرے شہر میں صدقۂ فطر بھیجنا مکروہ ہے، (یعنی جہاں آپ رہ رہے ہیں مثلاً ریاض میں تو وہیں صدقۂ فطر ادا کریں) ہاں اگر دوسرے شہر یا دوسرے ملک میں غریب رشتہ دار رہتے ہیں یا وہاں کے لوگ زیادہ مستحق ہیں، تو اُن کو بھیج دیا تو مکروہ نہیں ہے۔ ☆☆ ایک آدمی کا صدقۂ فطر کئی فقیروں کو اور کئی آدمیوں کا صدقۂ فطر ایک فقیر کو دیا جاسکتا ہے۔ ☆☆ جس شخص نے کسی وجہ سے رمضان المبارک کے روزے نہیں رکھے اُسے بھی صدقۂ فطر ادا کرنا چاہئے۔ ☆☆ آجکل جو نوکر چاکر اجرت پر کام کرتے ہیں ان کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا مالک پر واجب نہیں ہے۔

وضاحت: بخاری ومسلم میں حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ صدقۂ فطر میں ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع کشمش یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع کھانے کی اشیاء سے دیا جائے اور کھانے کی اشیاء سے مراد جو یا کھجور یا پنیر یا کشمش ہے جیسا کہ اس حدیث کے خود راوی صحابی رسول حضرت ابوسعید خدریؓ نے حدیث کے آخر میں وضاحت کی ہے۔ لیکن اس میں کسی بھی جگہ گیہوں کا تذکرہ نہیں ہے، غرضیکہ نبی اکرم ﷺ کے اقوال میں کسی بھی جگہ مذکور نہیں ہے کہ گیہوں سے ایک صاع دیا جائے، ہاں حدیث کی ہر مشہور ومعروف کتاب حتی کہ بخاری ومسلم میں موجود ہے کہ صدقۂ فطر میں گیہوں دینے کی صورت میں صحابۂ کرام آدھا صاع (یعنی تقریباً پونے دو کیلوگرام) گیہوں دیا کرتے تھے جیسا کہ مندرجہ بالا احادیث میں مذکور ہے۔

مسئلۂ رویت ہلال (چاند کا مسئلہ)

اسلامی مہینوں کا آغاز چاند کی رویت پر مبنی ہوتا ہے، یعنی چاند کے نظر آنے پر مہینہ ۲۹ دن ورنہ ۳۰ دن کا شمار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزہ کے متعلق امت مسلمہ کو حکم دیا: فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ تم میں سے جو شخص ماہ رمضان کو پالے اس پر لازم ہے کہ پورے مہینے کے روزے رکھے۔ لہذا ماہِ رمضان ودیگر مہینوں کی ابتداء اور ان کے اختتام کو احادیث نبویہ کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کریں:

☆☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر ہی عید کے لئے افطار کرو۔ (بخاری)

☆☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مہینہ (کم از کم) انتیس راتوں کا ہوتا ہے، اس لئے جب تک انتیس کا چاند نہ دیکھو روزہ نہ رکھو اور اگر چاند تمہیں نظر نہ آئے تو تیس دن پورے کر کے روزے رکھو۔ (بخاری)

ان مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ ہمیں چاند دیکھ کر روزہ شروع کرنا چاہیۓ ورنہ تیس شعبان کے بعد سے روزہ شروع کیا جائے گا، اسی طرح چاند دیکھ کر عید کرنی چاہیۓ ورنہ تیس روزے رکھ کر عیدالفطر منائی جائے گی۔ البتہ دیگر متعدد احادیث کی روشنی میں امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ ہر ہر شخص کا چاند دیکھنا ضروری نہیں ہے بلکہ اگر کچھ باشرع حضرات نے چاند دیکھ لیا اور ان

سے باقاعدہ طور پر شہادت لے کر رویت ہلال کمیٹی نے چاند کے نظر آنے کا اعلان کر دیا تو ہر شخص کو اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ مگر ہم بعض ملکوں میں اقلیت میں ہونے نیز مختلف جماعتوں میں منقسم ہونے کی وجہ سے ہمارے پاس ایسی بااثر رویت ہلال کمیٹی موجود نہیں ہوتی ہے کہ جس کے اعلان کرنے پر سب کے ذمہ اسکی پابندی لازم ہو جائے۔ اس وجہ سے کبھی کبھی ایک ہی شہر اور محلّہ میں ایک سے زیادہ عید نظر آتی ہیں، جس سے دوسروں کو غلط پیغام پہونچتا ہے، اگر چہ دینی اور سائنسی دونوں نقطۂ نظر سے پوری دنیا میں ایک ہی دن عید کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ خیر القرون میں بھی ملکِ شام میں مدینہ سے ایک روز قبل رمضان شروع ہوا۔ نیز مکہ یا مدینہ منورہ میں ایک جگہ چاند نظر آنے پر ۴۵۰ کیلومیٹر کی دوری کے باوجود دوسری جگہ اس کو تسلیم کیا گیا۔ سائنس کے اعتبار سے بھی تحقیقی بات یہی ہے کہ چاند کے نکلنے کی جگہیں (مطالع) مختلف ہوتی ہیں اور ۲۹ کا چاند ہر جگہ نظر نہیں آتا ہے خواہ موسم بالکل صاف ہی کیوں نہ ہو بلکہ ہر ماہ چاند کے طلوع ہونے کی جگہ مختلف ہوتی ہے۔

لہذا اگر تجربات اور تحقیق سے معلوم ہو کہ فلاں علاقہ کے حضرات ایک مطلع کے تحت ہیں تو ایک جگہ چاند نظر آنے پر اسی مطلع کے ضمن میں آنے والے تمام حضرات کو چاند کی شہادت اور اس شہادت کی بنیاد پر چاند کی پہلی تاریخ تسلیم کر لینی چاہئے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے اقوال وافعال اور صحابۂ کرام کے تعامل سے ہر ہر شخص کا چاند دیکھنا ضروری نہیں ہے۔

عید الفطر کے فضائل، مسائل اور احکام

☆ عید الفطر کی شب میں عبادت کرنا مستحب ہے جیسا کہ حدیث میں گزرا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ رمضان کے متعلق میری امت کو خاص طور پر پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو پہلی امتوں کو نہیں ملیں۔۔۔جن میں سے ایک یہ ہے کہ رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کی مغفرت کردی جاتی ہے۔صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ کیا یہ شبِ مغفرت شبِ قدر ہی تو نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کا کام ختم ہوتے ہی اسے مزدوری دے دی جاتی ہے۔(مسند احمد، بزار، بیہقی، ابن حبان) معلوم ہوا کہ عید کی رات میں بھی ہمیں عبادت کرنی چاہئے اور اِس بابرکت رات میں خرافات میں لگنے اور بازاروں میں گھومنے کے بجائے عشاء اور فجر کی نمازوں کی وقت پر ادائیگی کرنی چاہئے، نیز تلاوتِ قرآن، ذکر واذکار اور دعاؤں میں اپنے آپ کو مشغول رکھنا چاہئے یا کم از کم نمازِ عشاء اور نماز فجر جماعت کے ساتھ ادا کریں۔

☆ عید الفطر کے دن میں روزہ رکھنا حرام ہے جیسا کہ حدیث میں گزرا۔

☆ عید کے دن غسل کرنا، مسواک کرنا، حسبِ استطاعت عمدہ کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، صبح ہونے کے بعد عید کی نماز سے پہلے کھجور یا کوئی میٹھی چیز کھانا، عید کی نماز کیلئے جانے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنا، ایک راستہ سے عیدگاہ جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا، نماز کیلئے جاتے ہوئے تکبیر کہنا (اَللّٰہُ اَکْبَر، اَللّٰہُ اَکْبَر، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ، وَاللّٰہُ اَکْبَر، اَللّٰہُ اَکْبَر، وَلِلّٰہِ الْحَمْد)، یہ سب عید کی سنتوں میں سے ہیں۔

☆ حضور اکرم ﷺ عید الفطر میں نماز سے پہلے کچھ کھا کر ہی جاتے تھے اور عید الاضحیٰ میں

بغیر کھائے جاتے تھے۔ (ترمذی)

☆ عیدالفطر کے روز نماز عید سے قبل نمازِ اشراق نہ پڑھیں۔ (بخاری ومسلم)

عیدالفطر کی ۲ رکعت نماز میں ٦ زائد تکبیریں:

☆ عیدالفطر کے دن جماعت کے ساتھ دو رکعت کا بطور شکریہ ادا کرنا واجب ہے۔

☆ عیدالفطر کی نماز کا وقت طلوعِ آفتاب کے بعد سے شروع ہوجاتا ہے۔

☆ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی نماز میں زائد تکبیریں بھی کہی جاتی ہیں جنکی تعداد میں فقہاء میں اختلاف ہے، البتہ زائد تکبیروں کے کم یا زیادہ ہونے کی صورت میں امتِ مسلمہ نماز کے صحیح ہونے پر متفق ہے۔ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے مشہور فقیہ ومحدث حضرت امام ابوحنیفہؒ نے ٦ زائد تکبیروں کے قول کو اختیار کیا ہے۔

☆ حضرت سعید بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت حذیفہ بن الیمانؓ سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر میں کتنی تکبیریں کہتے تھے؟ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے جواب دیا: چار تکبیریں کہتے تھے جنازہ کی تکبیروں کی طرح۔ حضرت حذیفہؓ نے (حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی تصدیق کرتے ہوئے) کہا کہ انہوں نے سچ کہا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے بتایا کہ جب میں بصرہ میں گورنر تھا تو وہاں بھی ایسے ہی کیا کرتے تھے۔ (سنن ابی داؤد. باب التکبیر فی العیدین، السنن الکبری للبیھقی .باب فی ذکر الخبر الذی قد روی فی التکبیر اربعاً)

☆ احادیث کی متعدد کتابوں میں جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے عیدین کی چار تکبیریں (پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے ساتھ اور دوسری رکعت میں رکوع کی تکبیر کے

ساتھ) منقول ہے۔ یاد رکھیں کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کے خصوصی شاگرد ہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ ہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرآن وحدیث فہمی کے حقیقی وارث بنے۔

☆ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد تکبیراتِ جنازہ کی تعداد میں اختلاف ہوا۔ حضرت عمر فاروق ؓ کے عہدِ خلافت میں حضرات صحابۂ کرام نے باہمی غور وخوض کے بعد اس امر پر اتفاق کیا کہ جنازہ کی بھی چار تکبیریں ہیں نماز عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی چار تکبیروں کی طرح (پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے ساتھ اور دوسری رکعت میں رکوع کی تکبیر کے ساتھ)۔(طحاوی . التكبير على الجنائز كم هو؟)

غرضیکہ عہد فاروقی میں اختلافی مسئلہ " تکبیراتِ جنازہ" کو طے شدہ مسئلہ " تکبیراتِ عید" کے مشابہ قرار دے کر چار کی تعیین کردی گئی۔

﴿وضاحت﴾: امام طحاوی حنفیؒ (۲۲۹ھ۔۳۲۱ھ) بہت مشہور ومعروف محدث وفقیہ گزرے ہیں جنہوں نے عقیدہ پر ایک ایسی کتاب "العقيدة الطحاوية " تحریر فرمائی ہے جو عرب وعجم میں بہت زیادہ مقبول ہے، بلکہ کہا جاتا ہے کہ اس سے بہتر کتاب عقیدہ کے موضوع پر تصنیف نہیں کی گئی۔ عرب ممالک کی متعدد یونیورسٹیوں اور علمی اداروں کے نصاب میں داخل ہے۔

☆☆☆ عید کی نماز کے بعد امام کا خطبہ پڑھنا سنت ہے، خطبہ شروع ہوجائے تو خاموش بیٹھ کر اُس کا سننا واجب ہے۔ جو لوگ خطبہ کے دوران بات چیت کرتے رہتے ہیں یا خطبہ چھوڑ کر چلے جاتے ہیں وہ غلط کرتے ہیں۔

رمضان المبارک کے بعد

ماہِ رمضان کے ختم ہونے کے بعد بھی برائیوں سے اجتناب اور نیک اعمال کی طرف سبقت کا سلسلہ باقی رہنا چاہئے کیونکہ اسی میں ہم سب کے لئے دونوں جہاں کی کامیابی وکامرانی ہے۔ چنداعمال تحریر کررہا ہوں، دیگر اعمال صالحہ کے ساتھ ان کا بھی خاص اہتمام رکھیں۔

فرض نماز کی پابندی: نماز ایمان کے بعد دینِ اسلام کا سب سے اہم اور بنیادی رکن ہے جسکی ادائیگی ہر عاقل وبالغ مسلمان پر فرض ہے۔لیکن انتہائی فکر کی بات ہے کہ مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد اِس اہم فریضہ سے بے پرواہ ہے۔رمضان کے مبارک ماہ میں تو نماز کا اہتمام کرلیتے ہیں مگر رمضان کے بعد پھر کوتاہی اور سستی کرنے لگتے ہیں۔حالانکہ قرآن وحدیث میں اِس فریضہ کی بہت زیادہ اہمیت اور تاکید وارد ہوئی ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو رمضان اور غیر رمضان ہر وقت نماز کا پابند بنائے۔

☆ اِنَّ الصَّلاۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤمِنِیْنَ کِتَاباً مَوْقُوْتاً (سورۃ النساء ۱۰۳) یقیناً نماز مؤمنوں پر مقررہ وقتوں پر فرض ہے۔ دن رات میں کل ۱۷ رکعتیں ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہیں: فجر کی ۲ رکعت، ظہر کی ۴ رکعت، عصر کی ۴ رکعت، مغرب کی ۳ رکعت اور عشاء کی ۴ رکعت۔ ☆☆☆ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن آدمی کے اعمال میں سب سے پہلے فرض نماز کا حساب لیا جائیگا۔ اگر نماز درست ہوئی تو وہ کامیاب وکامران ہوگا اور اگر نماز درست نہ ہوئی تو وہ ناکام اور خسارہ میں ہوگا۔ (ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، ابوداود، مسند احمد)

☆ حضرت عبادہ بن صامتؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد

فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ نے بندوں پر پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں، جو اِن نمازوں کو اس طرح لے کر آئے کہ ان میں لاپرواہی سے کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے تو حق تعالیٰ شانہ کا عہد ہے کہ اس کو جنت میں ضرور داخل فرمائے گا۔ اور جو شخص ایسا نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کا کوئی عہد اس سے نہیں، چاہے اسکو عذاب دے چاہے جنت میں داخل کردے۔ (موطا مالک، ابن ماجہ، ابوداود، مسند احمد)

☆ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آخری وصیت یہ ارشاد فرمائی: نماز، نماز ۔۔۔ (یعنی نماز کا اہتمام کرو)۔ جس وقت آپ ﷺ نے یہ وصیت فرمائی آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے پورے لفظ نہیں نکل رہے تھے۔ (مسند احمد)

☆ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے گورنوں کو یہ حکم جاری فرمایا کہ میرے نزدیک تمہارے امور میں سب سے زیادہ اہمیت نماز کی ہے۔ جس نے نمازوں کی پابندی کر کے اسکی حفاظت کی اس نے پورے دین کی حفاظت کی اور جس نے نمازوں کو ضائع کیا وہ نماز کے علاوہ دین کے دیگر ارکان کو زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا۔ (موطا مالک)

نمازِ وتر کی پابندی: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک ایسی نماز کا اضافہ کیا ہے جو تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے اور وہ وتر کی نماز ہے جس کا وقت عشاء کی نماز سے طلوعِ فجر تک ہے۔ (ابن ماجہ، ترمذی، ابوداود)

☆☆☆ حدیث کی تقریباً ہر مشہور و معروف کتاب میں نبی اکرم ﷺ کا امت مسلمہ کو نمازِ وتر پڑھنے کا امر (حکم) موجود ہے جو عموماً وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ لہذا ہمیں بعد نمازِ عشاء یا اذانِ فجر سے قبل وتر پڑھنے کی پابندی کرنی چاہئے۔

سنن مؤکدہ کا اہتمام: حضرت ام حبیبہؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس شخص نے دن اور رات میں بارہ رکعتیں پڑھیں جو کہ فرض نہیں ہیں، اُس کے لئے جنت میں ایک گھر بنادیا گیا۔ (مسلم) ترمذی میں یہ حدیث وضاحت کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔حضرت ام حبیبہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص دن رات میں یہ بارہ رکعتیں پڑھے گا اُس کے لئے جنت میں گھر بنایا جائے گا: ۴ ظہر سے پہلے، ۲ ظہر کے بعد، ۲ مغرب کے بعد، ۲ عشاء کے بعد اور ۲ فجر سے پہلے۔

قرآن کی تلاوت کا اہتمام: تلاوتِ قرآن کا روزانہ اہتمام کریں خواہ مقدار میں کم ہی کیوں نہ ہو۔علماءِ کرام کی سرپرستی میں قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کریں۔ قرآن کریم میں وارد احکام ومسائل کو سمجھ کر اُن پر عمل کریں اور دوسروں کو پہونچائیں۔ یہ میری ،آپکی اور ہر شخص کی ذمہ داری ہے۔ ریاض الصالحین، معارف الحدیث اور منتخب احادیث جیسی مختصر مگر اہم کتب احادیث کا مطالعہ کریں۔

حلال رزق پر اکتفا : حرام رزق کے تمام وسائل سے بچ کر صرف حلال رزق پر اکتفا کریں خواہ مقدار میں بظاہر کم ہی کیوں نہ ہو کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کل قیامت کے دن کسی انسان کا قدم اللہ تعالیٰ کے سامنے سے ہٹ نہیں سکتا یہاں تک کہ وہ پانچ سوالوں کا جواب نہ دیدے۔ان پانچ سوالات میں سے دو سوال مال کے متعلق ہیں کہ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟

بچوں کی دینی تعلیم وتربیت: ہماری یہ کوشش وفکر ہونی چاہئے کہ ہماری اولاد اہم وضروری مسائل شرعیہ سے واقف ہوکر دنیاوی زندگی گزارے اور اخروی امتحان

میں کامیاب ہوجائے کیونکہ اخروی امتحان میں ناکامی کی صورت میں دردناک عذاب ہے، جسکی تلافی مرنے کے بعد ممکن نہیں ہے، مرنے کے بعد آنسو کے سمندر بلکہ خون کے آنسو بہانے سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

ماہِ شوال کے ٦ روزوں کے فضائل اور مسائل

شوال کے ٦ روزوں کے سنت ہونے پر جمہور علماء کا اتفاق ہے، صرف امام مالکؒ نے اپنی کتاب موطا امام مالکؒ میں (رمضان کے فوراً بعد یعنی عیدالفطر کے دوسرے دن سے) ان ٦ روزوں کے اہتمام کو مکروہ تحریر کیا ہے۔ بعض حضرات نے عیدالفطر کے فوراً بعد ان چھ روزوں کو رکھ کر ساتویں شوال کی شام کو ایک تقریب کی صورت بنانی شروع کردی تھی، ممکن ہے کہ اسی وجہ سے امام مالکؒ نے عیدالفطر کے دوسرے دن سے اہتمام کے ساتھ ان ٦ روزے رکھنے کو مکروہ قرار دیا ہو تاکہ رمضان اور غیر رمضان کے روزوں میں فرق کیا جاسکے، جیسا کہ امام قرطبیؒ نے تحریر کیا ہے کہ خراسان کے بعض حضرات نے رمضان کی طرح عیدالفطر کے ان ٦ روزوں کا اہتمام کیا۔۔۔ جمہور علماء کی رائے یہی ہے کہ شوال کے ٦ روزے سنت ہیں اور عیدالفطر کے دوسرے دن سے ان کا اہتمام کیا جاسکتا ہے۔ احادیث میں ٦ روزے مسلسل رکھنے کا ذکر نہیں ہے، لہذا یہ چھ روزے ماہِ شوال میں عیدالفطر کے بعد لگاتار بھی رکھے جاسکتے ہیں اور بیچ میں ناغہ کرکے بھی۔

ماہِ شوال کے ٦ روزے رکھنے کی فضیلت:

حضرت ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اُس کے بعد چھ دن شوال کے روزے رکھے تو وہ ایسا ہے گویا اُس نے سال بھر روزے رکھے۔ (صحیح مسلم، ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ) اس مذکورہ حدیث میں دہر کا لفظ آیا ہے جس کے اصل معنی زمانے کے ہیں لیکن دیگر احادیث کی روشنی میں یہاں سال مراد ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو بشارت دی ہے کہ ماہِ رمضان کے روزے رکھنے کے بعد شوال کے چھ روزے رکھنے والا اس قدر اجر وثواب کا حقدار ہوتا ہے کہ گویا اس نے پورے سال روزے رکھے، اللہ تعالیٰ کے کریمانہ قانون کے مطابق ایک نیکی کا ثواب کم از کم دس گنا ملتا ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: جو شخص ایک نیکی لے کر آئے گا اس کو دس نیکیوں کا ثواب ملے گا۔ (سورۃ الانعام ۱۶۰) تو اس طرح جب کوئی ماہ رمضان کے روزے رکھے گا تو دس مہینوں کے روزوں کا ثواب ملے گا اور جب شوال کے چھ روزے رکھے گا تو ۶۰ دنوں کے روزوں کا ثواب ملے گا تو اس طرح مل کر بارہ مہینوں یعنی ایک سال کے برابر ثواب ہو جائے گا۔

مذکورہ فضیلت کے علاوہ علماء کرام نے تحریر کیا ہے کہ رمضان المبارک کے روزوں میں جو کوتاہیاں سرزد ہو جاتی ہیں، شوال کے ان چھ روزوں سے اللہ تعالیٰ اس کوتاہی اور کمی کو دور فرما دیتے ہیں۔ اس طرح ان چھ روزوں کی رمضان کے فرض روزوں سے وہی نسبت ہوگی جو سنن ونوافل کی فرض نمازوں کے ساتھ ہے کہ اللہ تعالیٰ سنن ونوافل کے ذریعہ فرض نمازوں کی کوتاہیوں کو پورا فرما دیتا ہے جیسا کہ واضح طور پر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

نوٹ: اگر کسی شخص نے ان چھ روزوں کو رکھنا شروع کیا، لیکن کسی وجہ سے ایک یا دو روزہ رکھنے کے بعد دیگر روزے نہیں رکھ سکا تو اس پر باقی روزوں کی قضا ضروری نہیں ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص ہر سال ان روزوں کے رکھنے کا اہتمام کرتا ہے مگر کسی سال نہ رکھ سکا تو وہ گناہگار نہیں ہے اور نہ ہی اس پر ان روزوں کی قضا واجب ہے۔

رمضان اور روزہ سے متعلق سوالات کے جوابات

۱) میرے دوست کے یہاں ایک صاحب تشریف لائے اور کہا کہ افطار اور سحری کی دعائیں اور نیت کے الفاظ انڈیا اور پاکستان میڈ ہیں، وضاحت فرمادیں۔

۲) انہوں نے کہا کہ خواتین کا اعتکاف صرف مسجد میں ہوتا ہے کیونکہ اعتکاف کے لئے امہات المؤمنین کے خیمے مسجد نبوی میں لگائے گئے تھے۔

۳) انہوں نے کہا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو ۱۱ رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا تھا۔اس کی کیا حقیقت ہے؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عرض ہے۔

روزہ کی نیت:

قرآن وحدیث کی روشنی میں امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ روزہ کے لئے نیت ضروری ہے۔نیت اصل میں دل کے ارادہ کا نام ہے اور زبان سے نیت کرنا ضروری نہیں ہے، لیکن اگر کوئی شخص زبان سے بھی نیت کرلے تو بہتر وافضل ہے۔ روزہ کی نیت کے لئے کوئی بھی الفاظ حضور اکرم ﷺ سے منقول نہیں ہیں، یعنی انسان عربی زبان یا جس زبان میں چاہے روزہ کی نیت کرسکتا ہے۔اگر کوئی شخص عربی زبان میں نیت کرنا چاہے تو اس کے لئے کیا الفاظ ہوں تو بعض علماء کرام نے لوگوں کی سہولت کے لئے یہ الفاظ تحریر کردئے ہیں: بِصَوْمِ غَدٍ نَوَیْتُ مِنْ شَھْرِ رَمَضَان یعنی میں کل رمضان کا روزہ رکھوں گا۔کسی بھی زبان میں روزہ کی نیت کی جاسکتی ہے، لیکن آج تک کسی عالم یا فقیہ نے نہیں کہا کہ ان الفاظ کے ساتھ روزہ کی نیت کرنا سنت ہے۔جس طرح دنیا کی کسی زبان میں بھی روزہ کی نیت کی جاسکتی ہے اسی طرح ان

کلمات کے ساتھ بھی نیت کی جاسکتی ہے۔بعض حضرات نے امت مسلمہ میں خلفشار پھیلانے کے لئے انہی کلمات پر اپنی صلاحیتیں لگانی شروع کردی ہیں۔یادرہے کہ کسی بھی عمل صالح کے لئے نیت کے الفاظ زبان سے کہنا ضروری نہیں ہے بلکہ نیت درحقیقت دل کے ارادہ کا نام ہے۔

افطار کے وقت کی دعاء:

افطار کے وقت چند دعائیں نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہیں،جن میں سے دو دعائیں ایک ایک حوالہ کے ساتھ مذکور ہیں:

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلَی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ (سنن ابوداود . باب قول عند الافطار . حدیث نمبر ۲۳۵۸)

ذَھَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ العُروقُ وَثَبَتَ الاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰہ (سنن ابوداود . باب قول عند الافطار . حدیث نمبر ۲۳۵۷) غرضیکہ یہ دونوں دعائیں ایک ساتھ یا دونوں میں سے کوئی ایک یا اس موقع پر حضور اکرم ﷺ سے ثابت شدہ کوئی دوسری دعا مانگی جاسکتی ہے۔

عورتوں کا اعتکاف:

امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ مردوں کی طرح عورتیں بھی اعتکاف کرسکتی ہیں اور اگر عورت مسجد میں اعتکاف کرے تو بھی اس کا اعتکاف صحیح ہوجائے گا مگر عورتوں کے لئے مسجد میں اعتکاف کرنا بہتر ہے یا اپنے گھر کی اس خاص جگہ پر جو عموماً نماز وغیرہ کے لئے مخصوص کرلی جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں علماء کی آراء مختلف ہیں،۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے حضرت امام ابوحنیفہؒ اور دیگر

علماء کرام نے فرمایا کہ عورتوں کے اعتکاف کے لئے مساجد کے بجائے گھر کی وہ خاص جگہ جو عموماً نماز وغیرہ کے لئے مخصوص کر لی جاتی ہے زیادہ بہتر ہے۔ اس کے متعدد دلائل ہیں مگر اختصار کے مدنظر صرف صحیح بخاری کی ایک حدیث پیش خدمت ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے۔ میں آپ کے لئے (مسجد میں) ایک خیمہ لگا دیتی اور صبح کی نماز پڑھ کر آپ ﷺ اس میں چلے جاتے۔ پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خیمہ نصب کرنے کی (اپنے اعتکاف کے لئے) اجازت چاہی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اجازت دے دی اور انہوں نے ایک خیمہ نصب کر لیا۔ جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو انہوں نے بھی (اپنے لئے) ایک اور خیمہ نصب کر لیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے کئی خیمے دیکھے۔ دریافت فرمایا یہ کیا ہے؟ چنانچہ آپ ﷺ کو (حقیقت حال کی) اطلاع دی گئی۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اسے وہ اپنے لئے نیک عمل سمجھ بیٹھی ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے اس مہینہ (رمضان) کا اعتکاف چھوڑ دیا اور شوال کے آخری عشرہ کا اعتکاف کیا۔ (صحیح بخاری۔ باب اعتکاف النساء، حدیث نمبر ۱۸۹۶) صحیح بخاری۔ باب الاخبیہ فی المسجد حدیث نمبر ۱۸۹۷ میں بھی تقریباً یہی بات مذکور ہے۔

غرضیکہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امہات المومنین کے مسجد میں اعتکاف کرنے پر حضور اکرم ﷺ نے اپنی ناراضگی کا اظہار فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اسے وہ اپنے لئے نیک عمل سمجھ بیٹھی ہیں۔ نیز پوری دنیا میں عملی طور پر عورتیں مسجدوں میں اعتکاف نہیں کر پاتیں، حتی کہ سعودی عرب میں بھی عورتیں عام مساجد میں اعتکاف نہیں کر پاتیں چہ جائیکہ ہندو پاک کی سرزمین

میں اسکی توقع کی جائے۔صرف چند حضرات لوگوں کے درمیان خلفشار پھیلانے کے لئے اس موضوع پر گفتگو کرتے ہیں، اب یا تو عورتوں کے لئے اعتکاف ہی ختم کر دیا جائے یا حضور اکرم ﷺ کی خواہش کے مدنظر گھر کی مخصوص جگہ پر اعتکاف کی اجازت دی جائے۔ حضور اکرم ﷺ کے متعدد اقوال کے پیش نظر پوری امت مسلمہ اس بات پر متفق ہے کہ عورتوں کی گھر کی نماز مسجد میں ادا کی گئی نماز سے افضل وبہتر ہے۔ جو حضرات گھروں میں عورتوں کے اعتکاف کرنے کو منع کرتے ہیں، اُن سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ گھروں میں اعتکاف کرنے والی عورتوں کو اعتکاف کرنے سے نہ روکو، بلکہ اپنی ماؤں اور بہنوں کو عام مسجدوں میں اعتکاف کراؤ اور پھر جو نتیجہ سامنے آئے سچائی کے ساتھ امت کے سامنے بیان کر دو۔ پوری دنیا کا مشاہدہ ہے کہ جو حضرات عورتوں کے اعتکاف کے لئے مساجد کو لازم قرار دیتے ہیں اُن کی مساجد میں عورتیں تو درکنار مرد حضرات بھی عموماً اعتکاف نہیں کرتے، گویا صلاحیتیں غلط جگہ پر لگنے کی وجہ سے مقصود ومطلوب ہی فوت ہو گیا۔

رکعت تراویح:

جہاں تک رکعت تراویح کا تعلق ہے تو فرض نہ ہونے کی وجہ سے اس میں گنجائش ضرور ہے مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں باقاعدہ طور پر بیس رکعت تراویح ادا ہوئی ہیں، یہ ایسی حقیقت ہے کہ بڑے بڑے اہل حدیث (غیر مقلد) علماء بھی اس کا انکار نہیں کر سکے،تفصیلات کے لئے تراویح سے متعلق میرا مضمون پڑھیں۔

بعض حضرات نے ایک روایت کی بنیاد پر تحریر کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے گیارہ رکعت تراویح کا حکم دیا تھا، حالانکہ یہ حدیث تین طرح سے منقول ہے اور حدیث کی سند میں

شدید ضعف بھی ہے۔ نیز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح پڑھی
گئی، یہ بات سورج کی روشنی کی طرح محدثین واکابرین امت نے تسلیم کی ہے، جیسا کہ میں
نے محدثین وعلماء کرام کے اقوال حوالوں کے ساتھ اپنے مضمون میں تحریر کئے ہیں۔ لہذا اس
حقیقت کا انکار کرنا صرف ہٹ دھرمی ہے۔

جمعہ کے دن عید ہونے پر
نماز جمعہ بھی ادا کی جائے

بعض حضرات مسائل سے پوری طرح واقفیت کے بغیر غلط معلومات لوگوں کو فراہم کرتے ہیں، جن سے عام مسلمان صرف خلفشاری کا شکار ہوتے ہیں، مثلاً حضور اکرم ﷺ کے اصل عمل کے برخلاف آپ ﷺ کی طرف سے ملی اجازت کو بعض حضرات اس طرح بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے عمل کو ذکر کئے بغیر کہا جاتا ہے کہ اگر جمعہ کے دن عید ہو جائے تو جمعہ کی نماز کے بجائے ظہر کی نماز ادا کی جائے۔ حالانکہ مسئلہ صرف اتنا ہے کہ جو حضرات دور دراز علاقوں سے نماز عید پڑھنے کے لئے آتے ہیں تو ان کے لئے نبی اکرم ﷺ نے اجازت دی ہے کہ وہ نماز عید سے فارغ ہو کر اگر اپنے گھر جانا چاہیں تو چلے جائیں پھر وہ اپنے گھروں میں ظہر کے وقت میں نماز ظہر ادا کرلیں۔ لیکن جو حضرات نماز جمعہ میں حاضر ہو سکتے ہیں وہ نماز جمعہ ہی ادا کریں چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے جمعہ کے دن عید ہونے پر عید کی نماز کے بعد نماز ظہر کا وقت ہونے پر جمعہ کی نماز ہی پڑھائی اور صحابۂ کرام نے جمعہ ہی کی نماز پڑھی۔ حضور اکرم ﷺ کے عمل کے مطابق امت مسلمہ ۱۴۰۰ سال سے جمعہ کے دن عید ہونے پر دونوں نمازیں یعنی عید اور جمعہ جماعت کے ساتھ پڑھتی آرہی ہے۔ لہٰذا ہمیں حضور اکرم ﷺ کے اصل عمل کی ہی دوسروں کو تعلیم دینی چاہئے اور وہ یہ ہے کہ جمعہ کے دن عید ہونے پر عید کی نماز کے بعد ظہر کے وقت میں جمعہ کی نماز ادا کریں اگرچہ دور دراز علاقوں سے آنے والے لوگ اپنے گھروں میں جا کر ظہر کی نماز ادا کر سکتے ہیں۔ ہندو پاک کے جمہور علماء کا بھی یہی موقف ہے۔ سعودی عرب کے علماء نے بھی وضاحت کے ساتھ تحریر کیا ہے کہ جن مساجد میں نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے وہاں

جمعہ کے دن عید ہونے پر ظہر نہیں بلکہ جمعہ کی نماز ہی ادا کی جائے اور جن مساجد میں نماز جمعہ ادا نہیں ہوتی ہے وہاں نماز ظہر کی جماعت کا اہتمام نہ کیا جائے۔ مسجد حرام اور مسجد نبوی میں بھی جمعہ کے دن عید ہونے پر عید اور جمعہ دونوں نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں۔

فتنوں کے دور میں عورتوں کا عید کی نماز کے لئے عید گاہ جانا مناسب نہیں

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں خواتین نماز عید کے لئے عید گاہ جایا کرتی تھیں جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے۔ لیکن بعض حقائق کو ہمیں نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ مثلاً مدینہ منورہ کی ہجرت کے دوسرے سال ماہ رمضان کے روزے فرض ہوئے۔ یعنی ۲ ہجری سے نماز عید کی ابتداء ہوئی۔ جبکہ پردہ کا حکم ۵ یا ٦ ہجری میں نازل ہوا۔ یعنی تقریباً ابتدائی پانچ سال کی نماز عید میں خواتین کے جانے میں کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا کیونکہ پردہ کا حکم ہی نازل نہیں ہوا تھا۔ نیز شرعی احکام بتدریج نازل ہورہے تھے اور کسی فتنہ کی کوئی توقع بھی نہیں تھی، لہٰذا ضرورت تھی کہ خواتین بھی نبی اکرم ﷺ کی صحبت سے براہ راست مستفیض ہوکر دینی رہنمائی حاصل کریں۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، جن کے ذریعہ شریعت اسلامیہ کا ایک قابل قدر حصہ امت مسلمہ کو پہنچا ہے، آپ ﷺ کی وفات کے بعد تقریباً ۴۸ سال حیات رہیں۔ صرف ۴۸ سال کے دور میں خواتین کے تعلق سے معاشرہ میں جو تبدیلیاں انہوں نے اپنی حیات میں دیکھیں تو فرمایا کہ خواتین نے جو تزین کا طریقہ اختیار کرلیا ہے اور فتنہ کے مواقع بڑھ گئے ہیں، اگر حضور اکرم ﷺ حیات ہوتے تو آپ ﷺ خواتین کو مسجدوں میں جانے سے روک دیتے، جیسا کہ بنو اسرائیل کی عورتوں کا روک دیا گیا تھا۔ (مسلم) نیز حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں یقیناً خواتین کو مسجدوں میں جانے کی اجازت تھی مگر آپ ﷺ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کے بجائے وقتاً فوقتاً ان کو گھروں میں نماز پڑھنے کی ترغیب دیتے تھے۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خواتین کے گھر (نماز کے واسطہ) ان کے حق

میں زیادہ بہتر ہیں۔یعنی مسجد میں نماز پڑھنے کے مقابلہ میں ان کے لئے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ ثواب کا باعث ہے۔(ابوداود) اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عورت کی نماز اپنے گھر کے اندر گھر کے صحن کی نماز سے بہتر ہے۔اوراس کی نماز گھر کی چھوٹی کوٹھری میں گھر کی نماز سے بہتر ہے۔(ابوداود) یعنی عورت جس قدر پوشیدہ ہوکر نماز ادا کرے گی اسی اعتبار سے زیادہ مستحق ثواب ہوگی۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی زندگی میں یہ محسوس کرلیا تھا کہ خواتین کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ اپنے گھروں میں نماز ادا فرمائیں،اب ۱۴۰۰ سال کے بعد جبکہ فتنوں کا دور ہے، ہر طرف عریانیت، بے حیائی اور بے پردگی عام ہوچکی ہے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زمانہ کی خواتین ہمارے زمانہ کی خواتین کے مقابلہ میں ہزار درجہ علم وتقوی میں بڑھی ہوئی تھیں،لیکن اس کے باوجود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے مسجدوں میں جانے سے اپنے تحفظات ذکر کئے۔احتیاط کا تقاضا بھی یہی ہے کہ خواتین نماز عید کے لئے عیدگاہ نہ جائیں۔جن فقہاء وعلماء نے خواتین کو نماز عید کے لئے جانے کی اجازت دی ہے،انہوں نے بھی نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کے مطابق چند شرائط (مثلاً پردہ کا مکمل اہتمام،خوشبو کے استعمال سے اجتناب، زیب وزینت کے بغیر جانا،کسی طرح کے فتنہ کا امکان نہ ہونا اور مرد وعورت کا اختلاط نہ ہونا) کو ضروری قرار دیا ہے۔اب آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ ہمارے موجودہ معاشرہ میں خواتین کا نماز عید کے لئے جانے میں کیا یہ شرائط پورے ہوسکتے ہیں؟ جواب یقیناً منفی میں ہی ہوگا۔ایک طرف خواتین کا نماز عید کے لئے جانے کی زیادہ سے زیادہ گنجائش نظر آتی ہے جبکہ دوسری طرف متعدد منکرات یقینی طور پر موجود ہیں،لہٰذا اسی میں خیر وبھلائی ہے کہ فتنوں کے اس دور میں خواتین نماز عید کے لئے عیدگاہ نہ جائیں۔

اگر ہم صرف پچیس تیس سال پہلے کی بات کریں تو ہندوستان میں بھی خواتین بغیر پردہ کے باہر نہیں نکلتی تھیں، جبکہ پہلی اور دوسری صدی ہجری میں ہی خواتین کے تعلق سے فقہاء وعلماء کی ایک جماعت کا یہ موقف رہا ہے کہ خواتین کا مسجد میں نماز کی ادائیگی کے لئے جانا مناسب نہیں ہے۔ مشہور محدث حضرت امام ترمذیؒ نے اپنی حدیث کی مشہور ومعروف کتاب (ترمذی) میں اس موضوع سے متعلق احادیث ذکر کرنے کے بعد تحریر کیا ہے کہ شیخ سفیان ثوریؒ (۹۷ھ۔۱۶۱ھ) اور شیخ عبداللہ بن مبارکؒ (۱۱۸ھ۔۱۸۱ھ) کا موقف ہے کہ خواتین کا نماز عید کے لئے جانا مکروہ ہے۔ یعنی ابتداء اسلام سے ہی یہ موقف سامنے آگیا تھا کہ خواتین کے لئے نماز عید کے لئے جانا مناسب نہیں ہے۔ حضرت امام ترمذیؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث بھی ذکر فرمائی۔ علماء احناف کا بھی یہی موقف ہے کہ خواتین کا نماز عید کے لئے جانا مکروہ ہے۔ ہندوپاک کے جمہور علماء، جو ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے مشہور محدث وفقیہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی قرآن وحدیث پر مبنی رائے کو ترجیح دیتے ہیں، کی بھی یہی رائے ہے کہ خواتین نماز عید کے لئے نہ جائیں۔ غرضیکہ ابتداء اسلام سے ہی مسئلہ مذکور میں اختلاف ہے اور محدثین وفقہاء وعلماء کی ایک بڑی جماعت کی ہمیشہ یہ رائے رہی ہے کہ خواتین کو نماز عید کے لئے نہ جانے میں خیر وبھلائی وبہتری ہے، اب جبکہ فتنوں کا دور ہے تو ہمیں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والا موقف ہی اختیار کرنا چاہئے۔

مضمون پر ایک صاحب کے اعتراض کا جواب:

آپ تو اپنے اعتراضات اس طرح تھوپتے ہیں کہ گویا آپ کو دین اسلام کا ٹھیکیدار بنا دیا گیا ہے اور میں صرف اور صرف آپ جیسے حضرات کے لئے اپنی زندگی وقف کئے ہوئے بیٹھا ہوں۔ بات سمجھ میں آتی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ جہاں سے آپ مطمئن ہو سکتے ہیں رجوع

کریں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جو بات صحیح سمجھتا ہوں تحریر کرتا ہوں خواہ آپ جیسے حضرات تسلیم کریں یا نہ کریں۔ مسلم خواتین کی عام برائیوں کو کسی شخص یا مکتب فکر پر تھوپنا ایسا ہی ہے جیسا کہ بعض انسانوں کا دوسرے انسانوں پر ظلم وزیادتی کرنے کی بناء پر پوری انسانیت کو ہی ذمہ دار ٹھہر کر سب کو سولی پر لٹکا دیا جائے۔

موضوع بحث مسئلہ میں صرف ایک بات عرض ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نے خواتین کو عیدگاہ میں نماز پڑھنے کی عام اجازت دے رکھی تھی اور آپ جیسے حضرات کے نقطۂ نظر میں خواتین کا عیدگاہ جائے بغیر خواتین کی اصلاح ممکن ہی نہیں ہے تو ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خلفاء راشدین کے زمانہ میں صحابہ کرام کی موجودگی میں یہ کیوں فرمایا کہ اگر حضور اکرم ﷺ اس وقت حیات ہوتے تو آپ ﷺ خواتین کو مسجدوں میں جانے سے روک دیتے جیسا کہ بنواسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ کیا بنو اسرائیل کی عورتوں کو مسجدوں سے روک دیا گیا تھا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا جی ہاں، بنواسرائیل کی عورتوں کو مسجدوں سے روک دیا گیا تھا۔ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمان خلفاء راشدین کے زمانہ میں صحابہ کرام کی موجودگی میں سامنے آیا اور جمہور محدثین حتیٰ کہ حضرت امام بخاریؒ اور حضرت امام مسلمؒ نے اپنی کتابوں (صحیح بخاری وصحیح مسلم) میں ذکر فرمایا ہے۔غرضیکہ حدیث کی تقریباً ہر مشہور ومعروف کتاب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول مذکور ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس فرمان اور دیگر احادیث نبویہ کی روشنی میں، نیز خواتین میں آئیں تبدیلیوں کے پیش نظر پہلی صدی ہجری کے فقہاء وعلماء ومحدثین ومفسرین کی ایک جماعت نے باقاعدہ یہ فتویٰ جاری کیا کہ عورتوں کا نماز عید کے لئے عیدگاہ جانا صحیح نہیں ہے۔سوال یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایسا کیوں کہا اور اگر وہ

حضور اکرم ﷺ کی منشا کے خلاف تھا تو کسی صحابی یا تابعی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر کوئی تنقید کیوں نہیں کی۔ دنیا کی کسی بھی کتاب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس فرمان پر کوئی تردید کسی بھی صحابی یا تابعی سے موجود نہیں ہے۔ حضرت امام ترمذیؒ نے اپنی مشہور ومعروف حدیث کی کتاب ترمذی میں پہلی صدی ہجری کے فقہاء ومحدثین کا یہ قول ذکر فرمایا کہ عورتوں کا نماز عید کے لئے عیدگاہ جانا مکروہ ہے اور ان کی اس رائے پر کوئی تردید بھی نہیں کی بلکہ پہلی صدی ہجری کے فقہاء ومحدثین کے اقوال کو ذکر کر کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول بھی ذکر فرمایا، جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا موقف واضح تھا کہ اب خواتین عیدگاہ نہ جائیں، اسی لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زندگی میں ایک مرتبہ بھی عورتوں کے نماز عید کے لئے عیدگاہ جانے کی کوئی ترغیب مذکور نہیں ہے۔

غرضیکہ آپ مجھ سے جواب طلب نہ کریں بلکہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کی ماں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان تابعین اور تبع تابعین سے جواب طلب کریں جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کی وفات کے چند سالوں کے بعد ہی صحابہ کرام کی موجودگی میں خواتین کو عیدگاہ جانے کی ترغیب دینے کے بجائے اس بات پر زور دیا کہ خواتین نماز عید کے لئے عیدگاہ نہ جائیں۔ نیز ان تمام محدثین سے سوال کریں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کو اپنی حدیث کی مشہور ومعروف کتابوں میں کیوں ذکر فرمایا، اور اگر ذکر کیا تو اس پر تردید کیوں نہیں کی۔ نیز حضرت امام ترمذیؒ نے پہلی صدی ہجری کے بعض فقہاء ومحدثین کے قول کو اپنی حدیث کی مشہور کتاب ترمذی میں ذکر کر کے آپ حضرات کی طرح ان پر فتوی کیوں نہیں لگایا۔

AUTHOR'S BOOKS

IN URDU LANGUAGE:

حج مبرور، مختصر حج مبرور، حی علی الصلاۃ، عمرہ کا طریقہ، تحفۂ رمضان، معلومات قرآن، اصلاحی مضامین جلد ا،
اصلاحی مضامین جلد ۲، قرآن وحدیث: شریعت کے دو اہم ماخذ، سیرت النبی ﷺ کے چند پہلو،
زکوۃ وصدقات کے مسائل، فیملی مسائل، حقوق انسان اور معاملات، تاریخ کی چند اہم شخصیات، علم وذکر

IN ENGLISH LANGUAGE:

Quran & Hadith - Main Sources of Islamic Ideology
Diverse Aspects of Seerat-un-Nabi
Come to Prayer, Come to Success
Ramadan - A Gift from the Creator
Guidance Regarding Zakat & Sadaqaat
A Concise Hajj Guide
Hajj & Umrah Guide
How to perform Umrah?
Family Affairs in the Light of Quran & Hadith
Rights of People & their Dealings
Important Persons & Places in the History
An Anthology of Reformative Essays
Knowledge and Remembrance

IN HINDI LANGUAGE:

क़ुरान और हदीस - इस्लामी आइडयिोलॉजी के मैन सोर्स
सीरतुन नबी के मुख्तलफि पहलू
नमाज़ के लिए आओ, सफलता के लिए आओ
रमज़ान - अल्लाह का एक उपहार
ज़कात और सदक़ात के बारे में गाइडेंस
हज और उमराह गाइड
मुख़्तसर हज्जे मबरूर
उमरह का तरीका
पारविारकि मामले कुरान और हदीस की रोशनी में
लोगों के अधकिार और उनके मामलात
महत्वपूर्ण वयक्ति और स्थान
सुधारात्मक निबंध का एक संकलन
इल्म और जिक्र

First Islamic Mobile Apps of the world in 3 languages
(Urdu, Eng.& Hindi) in iPhone & Android by Dr. Mohammad Najeeb Qasmi

DEEN-E-ISLAM HAJJ-E-MABROOR